ISSN 2393-882X
Date of Publishing : 28-4-2026, Date of Posting 1-2-5-2026

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Rs. 7/-

مسلکِ اہلِ حدیث کا داعی اور مرکزی جمعیت اہلِ حدیث ہند کا نقیب

پندرہ روزہ

ترجمان

دھلی

جریدہ

خوش قسمت جماعت

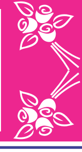
حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خاتم النبیین ہوئے اور منصبِ رسالت ونبوت کی سیادت کبریٰ سے مشرف ہوئے اور آپ کی شریعت کو آخری شریعت اور قیامت تک آنے والی تمام قوموں اور نسلوں کے لئے آخری قانون بنایا گیا تو اس کے لیے دو چیزوں کی ضرورت تھی، ایک یہ کہ آسمانی قانون قیامت تک جوں کا توں محفوظ رہے۔ ہر قسم کی تحریف وتبدیلی سے اس کی حفاظت کی جائے الفاظ کی بھی اور معانی کی بھی۔ کیونکہ اگر الفاظ کی حفاظت ہو اور معانی کی حفاظت نہ ہو، تو یہ حفاظت بالکل بے معنی ہے۔ دوم یہ کہ جس طرح علمی حفاظت ہو۔ اسی طرح عملی حفاظت بھی ہو۔ اسلام محض چند اصول ونظریات اور علوم وافکار کا مجموعہ نہیں بلکہ وہ اپنے جلو میں ایک نظامِ عمل لے کر چلتا ہے۔ وہ جہاں زندگی کے ہر شعبے میں اصول وقواعد پیش کرتا ہے وہاں ایک ایک جزئیہ کی عملی تشکیل بھی کرتا ہے، اس لئے یہ ضروری تھا کہ شریعت محمدیہ (علی صاحبہا الف الف صلوۃ وسلام) کی علمی وعملی دونوں پہلوؤں سے حفاظت کی جائے، اور قیامت تک ایک ایسی جماعت کا سلسلہ قائم رہے جو شریعت مطہرہ کے علم وعمل کی حامل وامین ہو۔ حق تعالیٰ نے دین محمدی کی دونوں طرح حفاظت فرمائی، علمی بھی اور عملی بھی۔

حفاظت کے ذرائع میں صحابہ کرام رضوان للہ علیہم اجمعین کی جماعت سرفہرست ہے۔ ان حضرات نے براہِ راست صاحب وحی صلی اللہ علیہ وسلم سے دین کو سمجھا، دین پر عمل کیا اور اپنے بعد آنے والی نسل تک دین کو من وعن پہنچایا، انہوں نے آپؐ کے زیر تربیت رہ کر اخلاق واعمال کو ٹھیک ٹھیک منشائے خداوندی کے مطابق درست کیا، سیرت وکردار کی پاکیزگی حاصل کی۔ تمام باطل نظریات سے کنارہ کش ہوکر عقائد حقہ اختیار کئے۔ رضائے الٰہی کے لیے اپنا سب کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر نچھاور کردیا، ان کے کسی طرز عمل میں ذرا خامی نظر آئی تو فوراً حق جل مجدہ نے اس کی اصلاح فرمائی۔ الغرض صحابہ کرامؓ کی جماعت اس پوری کائنات میں وہ خوش قسمت جماعت ہے جن کی تعلیم وتربیت اور تصفیہ وتزکیہ کے لیے سرور کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلم ومزکی اور استاد واتالیق مقرر کیا گیا اس انعام خداوندی پر وہ جتنا شکر کریں کم ہے۔ جتنا فخر کریں بجا ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلاً مِّنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْ عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ (آل عمران:۱۶۴) بخدا بہت بڑا احسان فرمایا اللہ نے مومنین پر کہ بھیجا ان میں ایک عظیم الشان رسول ان ہی میں سے۔ وہ پڑھتا ہے ان کے سامنے اس کی آیتیں اور پاک کرتا ہے ان کو اور سکھاتا ہے ان کو کتاب اور گہری دانائی۔ بلاشبہ وہ اس سے پہلے صریح گمراہی میں تھے۔

(ماخوذ از: خلافت وملوکیت کی تاریخی وشرعی حیثیت ص ۵۵-۵۶)

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

درس حدیث

محمد اظہر مدنی

حج کی فضیلت

عن ابی هريرة رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: العمرة الى العمرة كفارة لما بينهما، والحج المبرور ليس له جزاء الا الجنة (صحیح بخاری)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک عمرہ کے بعد دوسرا عمرہ کرنے سے دونوں کے درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہے اور حج مبرور کا بدلہ صرف جنت ہے۔

حج اسلام کا پانچواں رکن ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری وصحیح مسلم کی روایت میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ نماز قائم کرنا، زکوۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور اللہ کے گھر کا حج کرنا۔

حج نماز، روزہ اور زکاۃ کی ادائیگی سے مختلف ہے۔ حج اس ناحیے سے منفرد ہے کہ اس میں ہر طرح کی عبادت کو جمع کر دیا گیا ہے۔ پانچوں وقت کی نماز کی ادائیگی فرض ہے، رمضان کا روزہ پورے ایک مہینہ رکھنا فرض ہے۔ بلا کسی عذر کے چھوڑنا باعث گناہ ہے اسی طرح سے زکوۃ ہر صاحب نصاب پر فرض ہے اور یہ سال بھر میں ایک بار ادا کیا جاتا ہے لیکن حج ہر صاحب استطاعت پر زندگی میں ایک بار ادا کرنا فرض ہے۔ ٹال مٹول کرنے والا قابل گرفت ہے اور صاحب استطاعت کو حج کرنے کی تاکید ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ (سورہ آل عمران: ۹۷) یعنی "اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر جو اس کی طرف راہ پا سکتے ہوں اس گھر کا حج فرض کر دیا ہے۔ اور جو کوئی کفر کرے تو اللہ تعالیٰ اس سے بلکہ تمام دنیا سے بے پرواہ ہے۔"

قرآن کی یہ آیت حج کی فرضیت پر واضح دلیل ہے اور احادیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہر صاحب استطاعت کے لئے زندگی میں ایک بار حج کرنا فرض ہے۔

استطاعت کا مطلب یہ ہے کہ حج پر جانے کے لئے تمام وسائل موجود ہوں، بال بچوں کے اخراجات کے لئے پونجی ہو، راستہ وغیرہ پر امن ہو، اور سفر کرنے والا اتنا صحت مند ہو کہ وہ بہ آسانی حج کے امور کو انجام دے سکتا ہو۔ قرآن کی اس آیت میں حج کے انکار کو کفر سے تعبیر کیا گیا ہے یہ ایک طرح سے تاکید ہے کہ صاحب استطاعت کسی طرح کا ٹال مٹول نہ کرے اور جتنا جلدی ہو سکے حج کو ادا کرے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص حج کا ارادہ کرے تو اسے جلد از جلد ادا کرے کیوں کہ کبھی وہ بیمار پڑ جاتا ہے تو کبھی کوئی چیز گم ہو جاتی ہے یا کبھی کوئی ضرورت پیش آ جاتی ہے۔ (سنن ابن ماجہ)

ایک دوسری روایت میں ہے: ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور فرمایا کہ اے لوگو! اللہ نے تم پر حج فرض کیا ہے اس لئے حج کرو۔ ایک شخص نے پوچھا: اے اللہ کے رسول کیا ہر سال حج کرنا ہے؟ آپؐ خاموش رہے یہاں تک کہ اس شخص نے یہ بات تین بار دہرائی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں ہاں کہہ دیتا تو واجب ہو جاتا اور تم اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ پھر آپ نے فرمایا: تم مجھے اپنی کہی ہوئی بات پر رہنے دیا کرو جس پر میں تمہیں چھوڑ دوں کیوں کہ تم سے پہلے کے لوگ کثرت سوال کی وجہ سے اور اپنے پیغمبروں سے اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔ اس لئے جب میں تمہیں کسی بات کا حکم دوں تو اپنی طاقت کے مطابق عمل کرو اور جب کسی چیز سے روک دوں تو اسے چھوڑ دو۔ (صحیح مسلم)

دوسری روایتوں میں بھی حج کی بہت فضیلت بیان کی گئی ہے اس لئے جو صاحب استطاعت ہو وہ اسلام کے اس پانچویں رکن کی ادائیگی میں بلا عذر تاخیر نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ صاحب استطاعت کو حج کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہر عازم کے حج کو قبول فرمائے۔ آمین وصلى الله على النبى



مدیر مسئول
اصغرعلی امام مہدی سلفی
مدیر
مولانا محمد خورشید عالم
مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی
مجلس ادارت
مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی مولانا شہاب الدین مدنی ڈاکٹر سعید احمد مدنی
مولانا اسعد اعظمی مولانا طہ سعید خالد مدنی مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

بدلِ اشتراک
سالانہ ــــــ ۱۵۰/روپے
فی شمارہ ــــــ ۷/روپے
پاکستان ــــــ ۵۰۰/روپے
بلاد عربیہ ودیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی
مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند
اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔ ۱۱۰۰۰۶
ویب سائٹ www.ahlehadees.org
ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com
جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

اداریہ

اصغرعلی امام مہدی سلفی

فتنوں کے زمانے میں ہمارا فکر وعمل

دنیا کی بدترین اور منحوس ترین برائیوں میں سے اختلاف اور نفاق وشقاق بھی ہے، اگر وہ حرب وضرب، قتال، جنگ وجدال، خونریزی، سفاکی اور ظلم وزیادتی کی شکل اختیار کرلے تو اس کی نحوست اور برائی مزید بڑھ جاتی ہے۔زمانہ جاہلیت اور دور اول میں جنگوں نے بہت سی قوموں کو نیست ونابود کرکے رکھ دیا تھا اور بے شمار انسانوں، ملکوں اور قوموں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا تھا۔مگر ان جاہلیت اولی کی لڑائیوں میں بھی کچھ ان کے اپنے مذہبی ،قومی، نسلی ،جغرافیائی اور علاقائی اصول وضوابط، آداب اختلاف وحرب وضرب اوراخلاقیات جنگ ہوا کرتے تھے۔کسی نے سچ کہا ہے۔

که جنگ کرنے کے بھی آداب ہوا کرتے ہیں

دور جدید کے مدعیان تعمیر وترقی ،علمبرداران تہذیب وتمدن اور عام آداب جنگ بیان کرنے، اسے برتنے اور اس کے لئے اصول وضابطے اور آداب متعین کرنے والے ہیرو اپنے آپ کو موجد ومؤسس اور تمدن آفریں مانتے نہیں تھکتے ، بلکہ اسلام نے جو ناگزیر حالات میں جنگ اور جہاد کی اجازت اشد ضرورت، عدل وانصاف کے قیام،ظلم وجور سے بندگان الٰہی کو نکال کر اسلام کے انصاف کے جھنڈے تلے لانے ،اخلاقیات وآداب جنگ، جہاد سے پہلے بھی، دوران جہاد بھی اور جہاد کے بعد بھی سکھائے ہیں اور جس کا چربہ نکالنے، اس کی نقالی کرنے اور اس کا بہروپ بننے اور روپ دھارنے کی ان تھک کوشش کرنے کے ساتھ ایک طرف اسلام جیسے صلح وآشتی والے مذہب کو ایک دہشت گرد اور ظالم مذہب گردانئے کی بھرپور کوشش کرتے رہتے ہیں اور دوسری طرف جہاد اسلامی کو ایک وحشیانہ، احمقانہ، ظالمانہ اور غاصبانہ قرار دینے کی کوشش کرتے ہیں جس نے دنیا کو جنگ وجدل سے بچایا، جان ومال، عزت وناموس اور دین وعقل کی حفاظت کی غرض سے ، نیز مظلوموں کی حمایت، ظالموں کی ہدایت اور سرکوبی وتادیب کے لئے جہاد کو محض اللہ جل جلالہ وعم نوالہ کی خوشنودی کی خاطر اور اس کی راہ میں جان ومال کی قربانی دینے اور اس میں جانفشانی کرنے کے لئے مشروع قرار دیا ہے، بلکہ اللہ کی رضا اور مخلوق کی بھلائی ،مساجد، یہودی

عبادت خانے، گرجا گھروں ، مندروں اور کنائس کی حفاظت کے لئے اسے ضروری اور جائز رکھا گیا ہے،لیکن کیا کیا جائے اس ستم ظریفی کا کہ اس مقدس عمل کو آج کے لوگ ایک غیر انسانی اور درندوں کا فعل قرار دینے کے لئے زور قلم صرف کرتے ہیں۔

ذرا دور جاہلیت کی جنگوں پر ایک سرسری نظر ڈالیں اور وہاں کی قبائلی اور خاندانی لڑائیوں پر اچٹتی نظر دوڑائیں تو صاف دکھائی دے گا ایسے بے مقصد جھگڑے اور خونریزیاں شاید ہی کسی قوم نے کی ہوں گی۔کبھی پانی پینے پلانے پہ جھگڑا ،تو آپ نے سنا ہی ہوگا جو کئی کئی نسلوں تک پوری قوت سے جاری رہتا تھا اور حرث ونسل اور جان ومال کے ضیاع اور رائیگاں جانے کا پیش خیمہ بنتا تھا۔وحشیانہ ایسا کہ کوئی مہذب دنیا اسے سننا گوارہ نہ کرے۔

لیکن یہ بھی وقت کا ایک المیہ ہے کہ موجودہ ترقی یافتہ اور مہذب دنیا میں کم زور ملکوں پر جنگ تھوپنے اور اقوام عالم کو غلام بے دام بنانے کا جو طریقہ رائج ہے اس پر جنگل کے وحوش وسباع بھی ماتم کناں ہیں اور لکھنے والا ''أُولَـــئِکَ کَالأَنعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ '' کہنے پر مجبور ہے۔جنگل کا راج اور اس کا راجہ بھی ان متمدن ومتحضر دنیا کے ہیرووں کے ظالمانہ ومتمردانہ کرتوتوں پر تف اور تعجب کرنے پر مجبور ہے۔

اسلامی آداب جنگ میں ماقبل الحرب وجہاد صاف صاف بتایا گیا تھا کہ کسی طرح دشمن سے مڈبھیڑ اور ان سے پنجہ آزمائی اور نبرد آزمائی کی تمنا نہ کرو اور بلا وجہ ان کو زیر کرنے اور ان سے جنگ مول لینے کا روگ نہ پالو۔**لاتتمنوا لقاء العدو واسئلوا اللہ العافیة** جنگ اخضر و یابس اور سبز وخشک سب کو نگل جانے والا اژدہا ہے، اس لیے اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو،مگر ہاں !تم پر جنگ مسلط کر دی جائے،تم کو دفاع دین ووطن اور جان ومال پر مجبور کر دیا جائے اور دشمن سے آمنا سامنا ہو ہی جائے تو پھر ان کے سامنے ثابت قدم رہو اور چٹان بن جاؤ۔

جنگ وجدال سے بچنے کے اور بھی بہت سے طریقے اسلام نے بتائے ہیں۔اور حتی الامکان ٹکراؤ سے بچنے کی تلقین اور ہدایت کی ہے۔جہاد سے پہلے صبر وضبط سے کام لینے،ایک دوسرے کی مدد کرنے اور مشترکہ اقدام واعمال اور کاموں میں ایک دوسرے کے ہمدرد ومعاون بننے،حملہ آور ہونے والے ملکی اور قومی دشمنوں سے دفاع کرنے کے لئے متحدہ ومشترکہ پلاننگ کرنے کا بھی حکم اور تعلیم ہے۔یہود مدینہ طیبہ انتہائی درجے کے شاطر،عیار اور دھاکے دار لوگ واقع ہوئے تھے،وہ بہت بڑے مالدار اور سردار ہونے کے باوجود بڑے سیاہ کار اور غدار بھی تھے، فتنہ وفساد پھیلانے اور اہل یثرب کو پھانسنے کا گر اور انہیں لڑانے کا ہنر ان کو خوب آتا تھا۔اوس وخزرج کو آپس میں آئے دن لڑانے بھڑانے میں ایسے ماہر تھے کہ دونوں قبیلے ایک لمحے کے لئے بھی سکھ چین اور اطمینان سے بیٹھ نہیں سکتے تھے۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان باتوں کو جاننے، ان کی خیانت وغداری کو پہچاننے اور ان کے قول وکردار کا علم رکھنے کے باوجود مدینہ منورہ ہجرت کر لینے کے بعد سب سے پہلا معاہدہ میثاق مدینہ یہود کے ساتھ کیا۔اس کی دفعات بتاتی ہیں کہ آپ نے کس طرح ان کو ہر سطح پر عزت کے ساتھ حقوق دیئے، ان کے ساتھ حسن معاشرت کا معالہ کیا، ایک اچھے شہری ، پڑوسی اور ہم وطن ہونے کے لئے کون کون سے ضروری حقوق دیئے اور کس طرح تعاون بقائے باہمی، صلہ رحمی اور صلح وآشتی سے رہنے کے فارمولے پیش کئے۔اس معاہدے کی رو سے ایک دوسرے کے آڑے وقت میں کام آنے کا موقع فراہم کیا۔امن وشانتی سے خود رہنے اور یہود کا بھی مکمل آزادی اور امن کے ساتھ زندگی گزارنے کا برابر کا حق مانا۔ظاہری وباطنی اور سراواعلانیۃ کسی بھی طرح سے کسی بھی دغا وفریب اور نفاق وشقاق سے بچنے اور بچانے کا پختہ معاہدہ کیا، عہد وپیمان کے نبھانے اور حق وصداقت ،خیر وسعادت ،فوز وفلاح ،سیفٹی اور مہذب ومتمدن اور متحضر رکھنے کے لئے کن دفعات کی پابندی کی اور وطن کی خدمت اور سلامتی اور بہبود کے لئے کون سے جتن کئے۔یہ ساری باتیں اس بات کو درشاتی ہیں کہ آپ ﷺ سب کو پرامن اور خوشگوار زندگی گزارنے اور کسی بھی اندرونی وبیرونی خرخشے سے بچتے ہوئے بہترین زندگی کی ضمانت دے گئے۔جس کی روشنی میں نہ اندر کوئی منافق پیدا کئے جا سکتے تھے اور نہ باہر سے کوئی سازش اور شورش کامیاب ہو سکتی تھی۔شرط یہ تھی کہ اس معاہدے کی دفعات اور شقوں کی حسب وعدہ مکمل حفاظت وپاسداری کی جائے اور کسی بھی ریشہ دوانی ’منہ میں رام رام بغل میں چھورا‘ کا شوشہ نہ چھوڑا جائے،اوپر ڈھول نیچے پول کا مسئلہ نہ ہو، اعتماد کو متزلزل نہ کیا جائے،معاہدہ کے خلاف کوئی کھیل نہ کھیلا جائے اور اسے سبوتاژ کرنے کی حرکت سرزد نہ ہو۔

مسلمانوں نے اپنے یہودی پڑوسیوں اور ہم وطنوں سب کے لئے وہی پسند کیا جو اپنے لئے پسند کیا اور جو سب کی فلاح وبہبود اور امن واطمینان

کا ضامن تھا۔لیکن دنیا نے دیکھ لیا کہ یہود نے کتنی طرح کی ریشہ دوانیاں اور دشمنیاں کیں؟ اندر سے کتنوں کو اپنا آلۂ کار بنایا؟ منافقین پیدا کئے اور بلند بانگ ایمان کا دعوی کرنے والے منافقین مدینہ سے کتنی طرح کی چال چلوائے اور حربے استعمال کر کے لوگوں کو ورغلایا؟ یہود ہر دور میں یہی کرتے رہتے ہیں اور اپنے آلہ کار لوگوں کا بھی اسی طرح ساتھ چھوڑتے اور قتل کرواتے آئے ہیں۔ اسماعیل ہانیہ کا قتل اور شہادت اور جناب خامنہ ای کا حشر سب کو معلوم ہے۔سپر پاور کو ٹکر دینے کا دعوی اور بول یہ دونوں واقعات اور حادثات ہی مثال دینے کے لئے کافی ہیں۔امریکہ اور اسرائیل میں زلزلے اور کپکپی پیدا کردینے والی طاقت اپنی سب سے اہم تقریب کی سب سے اہم شخصیات بلکہ ان کی نظر میں وقت کا سب سے بڑا یہود کو چھکے چھڑانے والا اور غزہ میں بجتے رہنے والا جہاں کا کوئی کونا اور گوشہ اور چوہوں کا بل بھی اس کی آنکھوں سے اوجھل نہیں ہے وہ اس قدر جاسوسی نظام مخابرات کی دنیا کا بادشاہ اور موساد کو دھول چٹا دینے والا بلکہ اس کے بال کی کھال کھینچے والا، کتنے ہی امریکی و اسرائیلی جاسوسوں کو قید کرنے اور کیفر کردار تک پہنچا دینے والا اور قتل وغارت گری اور ظلم وبربریت کا شکار کردیئے جانے کے لئے تیار دس ہزار مظلوم فلسطینی بچوں کی رہائی کا مطالبہ کرنے والا ڈھونگی ہزاروں لوگوں کا قتل کرا کرایک کا بھی بدلہ نہ لے سکا اور بڑی بڑی اندرونی وبیرونی شخصیتوں کو اپنے گھر میں مارے جانے کے باوجود ان کا کم از کم پیچھا بھی نہ کرسکنے والا آہ کتنی ڈھٹائی اور ہاتھ کی صفائی سے امریکہ واسرائیل کو دھول چٹانے والا دنیا کا سب سے بڑا ہیرو اور مسلمانوں کا سب سے بڑا بہادر اور جری وجرنیل کہلا رہا ہے۔کس طرح آبنائے ہرمز میں سب کو یرغمال بنانے اور امریکہ سمیت تمام ممالک کے جہازوں کو اپنی حراست میں لے لینے والا اس کے کتنے ہی جہازوں کو مار گرانے والا اور پائلٹوں کو زندہ پکڑنے لینے والا اپنے سب سے بڑے سربراہ کی آخری آرامگاہ اور موت کی آماجگاہ اپنے ہی خصوصی سیکورٹی اور خاص محفوظ جگہ تک کی بھی نگرانی وجاسوسی نہ کرسکنے والا بھلا کیسے چار سو گنا زیادہ پاور والا جاسوسی نظام رکھتا ہے؟ ایک زبانی فائرنگ جو اسرائیل کے خلاف یہ ہیرو ملک کرتا ہے تو لاکھوں ڈالر بے شمار میزائل اور ہتھیار دنیا کے یہودی اور صہیونی اور یہود نواز اسرائیل بھیجنے کا جواز پیدا کرتے ہی نہیں ان کی فوری مدد کرنا اپنا فرض سمجھتے اور عملی جامہ پہناتے ہیں اور اسرائیل کے وارے نیارے ہوجاتے ہیں۔مظلوموں کی فہرست میں جگہ پاتے ہیں دہشت گردی کے شکار معصوم اور معذور باور کرائے جاتے ہیں اور فلسطینی دہشت گرد قرار دیئے جاتے ہیں اور سعودی عرب وغیرہ کی ساری مدد ریلیف اور فلسطینیوں کی آزاد ریاست دلوانے اور دنیا کو اس کے لیے ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کی مخلصانہ، مومنانہ عقلمندانہ، ہوشمندانہ اور جرأت مندانہ کوششوں کو ان شورشوں اور سازشوں کے ذریعہ ختم کردیا جاتا ہے اور قضیہ فلسطین اور ان کی مستقل ریاست وحکومت اور مظلوموں پر ہورہے مظالم کو سرے سے نسیا منسیا کرنے کی سازش شروع ہوجاتی اور فلسطین وغزہ سے مظلوم بچوں کا کوئی نام لینے والا یہاں تک کہ میڈیا کا بھی کوئی ایک فرد نہیں رہ جاتا اور ان کے حقیقی مددگاروں، عرب بھائیوں پر اسرائیل ایک دیکھا وٹی میزائل کے مقابلے سیکڑوں میزائل داغ دیئے جاتے ہیں۔اسرائیل جس کے خلاف اول دن سے لڑنے اور فلسطینیوں کی مدد کرنے والے عربوں، دودوز بردست جنگیں لڑنے والوں اور ہر آڑے وقت میں حتی الامکان کام آنے والے عرب ملکوں خصوصاً سعودی عرب کو ہی مختلف ناحیہ سے اپنی سازشوں اور حملوں کا شکار بنا دیا جاتا ہے۔اس کے باوجود بھی یہ عرب اسرائیل نواز ٹھہرائے جاتے ہیں۔اور خود ان ساری مشکلات کے جنم داتا اور باطنی اور صبائی ٹولہ کو ہیرو گردانتا ہے۔سچ ہے

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

آہ! سلطان عبدالحمید ثانی یورپ کا مرد بیمار تو بزدلی، یہودنوازی اور مغربی دوستی کا ملزم قرار پاتا رہا جس نے اپنی انتہائی خستہ حالی، زبوں حالی اور اس سلسلے میں ہر طرح کی لالچ اور دھمکی کی پرواہ کئے بغیر فلسطین میں یہود کا ایک گھروندہ نہیں بننے دیا۔پھر بھی وہ مسلمانوں کی نظر میں عالمی اور اندرونی طور پر ایجنٹ اور بزدل ٹھہرا، میڈیا نے اس ہیرو کو زیرو بنا دیا۔اور مصطفی کمال پاشا جو یہودی اسکول کا پروردہ اور اسلام، قرآن، دور اول اور رعیل اول کو برا بھلا کہنے والا تھا اسے مسلمانوں، مصر اور یورپ کا نجات دہندہ اور مظلوموں کا بطل جلیل پوری دنیا میں گھر گھر باور کرایا گیا اور ہر بچہ ہندوستان کا مصطفیٰ کمال نام پانے کا سزاوار ٹھہرایا گیا اور شہر اور سڑک مصطفیٰ کمال کے نام سے موسوم ہونے لگا۔آہ یہود کا یہ پروپیگنڈائی، شاطرانہ اور میڈیائی حملہ جس نے ہر دور میں مسلمانوں کو جنگ کے میدانوں سے زیادہ ذہنی، فکری، دماغی اور اخلاقی غلام بنایا اور حق کا دشمن بنایا یہود یوں کے ایجنٹوں اور مسلمانوں کے آئین اور ان کے مقدس قرآن نبی وجبرائیل

اور سب سے پاک جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کی سب سے بڑی ناموس، عزت اور امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے دامن عفت وایمان کی چادر کو تار تار کردینے والا آج بیت المقدس کے نام پر ہیرو باور کردیا جارہا ہے بلکہ کفار ومشرکین سے بہتر قرار دینے والوں اور یہود کے ایجنٹ عبداللہ بن سبا کے کردار دہرانے والوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جس نے قتل کردیا تھا کو ہیرو بنانے والوں کو آج کا مسلمان بھی یہود واسرائیل اور امریکہ کو چھکا چھڑانے والا باور کرارہا ہے۔ اور اصل محسنوں کو گالی سنوار رہا ہے اور مجرم بتارہا ہے۔ اور مصطفیٰ کمال پاشا کو یورپ اور مسلمانوں کا نجات دہندہ بتایا جارہا ہے۔ سورج نہ غروب ہونے والے مسلمانوں کی حکومت اور خلافت کو نیست ونابود کردینے والے کو ایک طرف یہ برحق علماء ومسلمان اور ان کے بہت سے عوام کالانعام کس طرح دشمن کہہ رہے ہیں۔ خلافت کے یوں چلے جانے، خاتمہ ہوجانے اور اس ناقابل تلافی نقصان اٹھانے پر مرثیہ پڑھتے نہیں تھکتے اور پھر اسی قضیہ فلسطین کے لئے دو دو جنگ کرنے والوں، حقیقی مادی اور معنوی مدد کرنے والوں اور نفاق اور پروپیگنڈوں کے اس دور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شروع کی بیس سالہ زندگی فتح مکہ تک کی سیرت کی روشنی میں حقیقی مومنانہ جنگ لڑنے والے کو یہ طالع آزما سعودی عرب وغیرہ کو ہر طالع آزما کبھی بزدل، کبھی احمق اور کبھی ایجنٹ اور بعضے یہود وامریکہ کے دوست قرار دینے پر تلے ہوئے ہیں۔ یعنی ’ہر شاخ پہ الو بیٹھا ہے، انجام گلستاں کیا ہوگا‘؟

امت کے اس فکری انحطاط وتنزل پر مرثیہ پڑھتے ہوئے سچ کہا تھا شاعر نے۔ المیہ یہ ہے کہ ان نادانوں، طالع آزماؤں اور جس شاخ پر بیٹھے ہیں اسی کو کاٹنے والے ان ناعاقبت اندیشوں کو فلسطین کا قضیہ نہیں سمجھ میں آرہا ہے۔ میں ان کی ہدایت کی دعا کرتا ہوں کہ وہ اپنے مظلوم بھائیوں پر مزید ظلم نہ کریں، مگر کیا ہوا صدام کے لئے تمہارے دعوؤں کا؟ کیا بنا حال وہاں کے مسلمانوں کا؟ سیریا وشام کا کام کیسے تمام ہوا؟ امریکہ باوا نے کس کو کھلی چھوٹ دی جوان سنی عراقیوں اور شامیوں کا صفایا کررہے تھے۔ سیریا میں ۹۰ فیصد تمہارے بھائیوں کی درگت کس نے بنائی؟ صدیوں سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی قبر کو تمہاری اکثریت نے دمشق وشام میں کبھی بھی نظر احترام کے علاوہ ادنی اشارتا بھی احتقار وسوء ادب کا معاملہ نہیں کیا، اس پر ڈھیلا پھینکنا تو دور کی بات ہے۔ پھر جب خود ان کی جان کی پڑی تو بشار اسد کی ظالم فوجیں امریکہ کے بہانہ ظلم وستم الگ، دیگر سپر پاور طالع آزماؤں کے نشانے الگ، اور سب سے بڑھ کر شتر بے مہار مسلمانوں کے لئے آگ وانگار اور بھسم کردینے والے وار کرتے ملیشیات عجم اور سبائیوں کے پیہم حملے جس نے جامع دمشق کو چھوڑا، نہ گھروں سے بھاگتے ہوؤں کو اپنے بچوں کے لینے کی فرصت اور گنجائش نہیں چھوڑی تھی۔ وہ حضرت زینب کا مزار توڑنے گئے تاکہ اپنی مساجد ومعابد اور بچوں اور عورتوں کے خلاف فرقہ وارانہ محاذ کھول دیں۔ آہ تمہاری عقل کو کیا ہوگیا ہے؟ اس صاف صاف کھلے عام ڈرامہ کو بھی کوئی نہ سمجھے تو سمجھ کی نارسائی نہیں، بلکہ یہ دنیا کو بیوقوف بنانے اور بے حیائی سے ظلم جائز کرنے کے شاخسانے ہیں۔ کاش کہ مسلمان اور آج کا انسان تھوڑی عقل سے کام لیتا اور تعصب کی عینک ہٹالیتا، یا پروپیگنڈوں کی دنیا سے نکل کر سنجیدگی سے ایک لمحے کے لئے ہی سہی غور کرکے صاف بیان درد اور شکوہ کرلیتا اور احوال واقعی سے باخبر ہوکر صالح وطالح کو صادق وامین اور کاذب ومفسد کو پہچان کر ان کے حق میں کم از کم دعا کرتا۔ اور پھر خلافت عثمانیہ کو ضائع کرکے مصطفیٰ کمال جیسے اسلام کے دشمن لوگوں کو پہچان جاتا ہے اور پھر اس طرح نادانی اور سازشوں کا سزاوار نہ قرار دیا جاتا۔

چاک کردی ترکِ ناداں نے خلافت کی ردا
سادگی اپنوں کی دیکھ اوروں کی عیاری بھی دیکھ

دنیا کے لوگو! اگر انسانیت زندہ ہے، یقیناً زندہ ہے تو زندہ قوموں کی طرح جینے کی کوشش کرو، جنگ وجدال خصوصا اس وقت کسی بھی مسئلے کا حل نہیں ہے۔ اس وقت جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا ساں ہے۔ سازشوں اور عیاریوں کے تانے بانے ایٹمی اوزاروں اور ہتھیاروں سے بھی زیادہ خراب ہیں۔ اس لئے حقائق تک پہنچنے میں عام انسانوں اور سادہ لوح مسلمانوں کو دیر لگ سکتی ہے، مگر اتنا تو مسلم ہے کہ جنگ تباہی ہی تباہی ہے۔ فلسطین میں خصوصا جنگ ہے ہی نہیں، یکطرفہ ظلم وبربریت اور حملہ ہے۔ مدمقابل ہے ہی نہیں کوئی جو مقابلے میں کچھ کرسکے، سوائے اس کے کہ اسرائیل کے ظلم کا جواز فراہم اور اسے کمزور کرنے کے نام ہر ناحیہ سے مضبوط کرتے رہنے کی راہ ہموار ہو اور مظلوم فلسطینیوں کا خاتمہ ہو اور بٹ تو گئے ہی کٹ کر ختم ہوجائیں۔ آج پوری قوم ان کے ذکر سے غافل ہوکر دیگر عرب ممالک اور امریکہ کے اڈوں کے نام پر الجھ کر رہ جاتے ہیں۔ لوگوں نے اعتراف کیا کہ اسرائیل کا حملہ ایران پر ظالمانہ ہے، جسکا مقصد یہ ہے کہ فلسطین کے مارے جارہے لوگوں کا معاملہ پس پشت چلا

جائے اور عربوں کو زبردستی لپیٹ کر مشغول کردیا جائے۔ پوری دنیا میں ایک بحرانی کیفیت پیدا ہوجائے۔ یہود اور اس کے مہرے شطرنج کا کھیل کھل کر کھیل لے جائیں۔ اور ساری دنیا کے مسلمان اور انسان ہر سطح پر الجھ جائیں کہ جو صبر اور دعائیں مظلومین کے حق میں کررہے تھے اب کسی اور تصور میں کھو جائیں۔ جنگ کے نام پر اور جہاد کے نام پر کسی کو ہیرو اور کسی کو زیرو بنائیں اور بس۔ حالانکہ اس سے بھی بہت ہی نازک بے جوڑ اور بے مقصد و بے وقت اور بدحالی کی حالت میں شعب ابی طالب ہجرت، مظلومیت میں جہاد اپنے خلاف پڑسکتا تھا اذن نہ ملا، ظلم کی انتہا ہوگئی صلح کا تو کوئی نام ہی نہیں لیا جاسکتا تھا۔ اگر ایسی حالت نہ بھی ہو بلکہ پوری قوم، پوری فوج، لاؤ لشکر اور ہر طرح کے ساز وسامان، مال ومنال، دھن دولت اور قوت وسطوت کی فراوانی اور اصلی جوانی، جواں ہمتی او رعالی حوصلگی اوراس کے اظہار ''نَحْنُ أُولُوا قُوَّةٍ وَأُولُوا بَأْسٍ شَدِيدٍ '' کے باوجود ایک ناقص العقل مگر پاور فل اور طاقتور ترین حکمراں عورت کہتی ہے کہ یہ سب کچھ سہی، مگر جنگ سے زیادہ منحوس اور بربادی وبے عزتی کا سامان اور بات کوئی نہیں ہوتی بلکہ ملک وقوم کی بالکل بساط ہی الٹ جاتی ہے۔ چنانچہ فلسفہ جنگ کا خلاصہ چند لفظوں میں بیان کردیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر مہر بھی ثبت کرادی۔'' إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوا أَعِزَّةَ أَهْلِهَا أَذِلَّةً وَكَذَلِكَ يَفْعَلُونَ''۔(النمل:۳۴)

ان سب کے باوجود اگر کسی کو یہ جہاد ہی نظر آرہا ہے تو اس جنگ سے پوری دنیا متاثر ہورہی ہے۔ ہر ملک خصوصا مسلم ممالک اور ہمارے ملک کے روزمرہ کی زندگی میں بڑے مسائل پیدا ہوئے ہیں۔ حالت دیگر گوں ہے۔ بہت سی اشیاء کی فراہمی پر مارا ماری کی کیفیت ہے۔ ایسے میں مسلمان ایک دوسری مصیبت مسلم ہمدردی اور مظلوم کی دادرسی کے نام پر آپس میں شدید اختلاف اور شقاق ونفاق اور نزاع کا شکار ہوتا جارہا ہے۔ اور ہم بحیثیت مسلمان جو سب کے بہی خواہ، خیرخواہ اور ہمدرد وہمنوا ہوتے ہیں۔ جن کا دین ہی النصیحہ خیرخواہی ہے۔ بھلا کیونکر ان حالات سے کنارہ کش اور دست کش ہوجائے گا۔ تو آیئے اس حرب وضرب خواہ سرد ہو یا گرم، چند باتوں کی طرف توجہ دلائیں اور رہنمائی کریں شاید امت، ملت، ملک اور ظالم ومظلوم کے حق میں اور حق وباطل کی کشمکش میں کچھ رہنمائی اور بھلائی کی راہ نکل سکے۔ اور کم از کم ظالم اور بے جا مظلوم بننے اور کہے جانے سے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے بچ جائیں۔

(ا) پہلی بات اور پہلا لمحہ فکریہ اور کرنے کا کام یہ ہے کہ ہمیشہ اس طرح کے حالات میں ہم الجھنے سے بچیں۔ ہر خبر اور واقعہ کے سلسلے میں رائے زنی سے پرہیز کریں تو بہتر ہے۔ کیا ضروری ہے کہ ہم اس میں اپنی رائے کا اظہار ضرور کریں؟ اور ہر حادثے اور واقعے پر لازماً ہم حکم بھی لگائیں اور اپنے آپ کو الجھائیں دوسروں کو بھی الجھنے کا موقع دیں خصوصا ایسے وقت میں ہر آدمی کچھ نہ کچھ تبصرے کرنے کا موقع ضرور پاتا ہے۔ سوشل میڈیا اس دور میں کسی مصیبت سے کم نہیں۔ کچھ لوگ اس طرح کے ناگفتہ بہ حالات کے اقتصادی نقصانات اور نفع وفوائد پر اظہار خیال کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ کچھ لوگ اس کے سیاسی اثرات پر بے تکان اظہار خیال کررہے ہیں۔ کچھ اس کے سماجی واخلاقی پہلوؤں پر گفتگو ضروری سمجھ رہے ہیں۔ بہتیرے تو اتنے جری ہیں کہ اس کے حلال وحرام اور شرعی ودینی نکتہ نگاہ سے حکم لگانے کی جرأت کررہے ہیں اور بسااوقات... **لم تصف السنتکم هذاحلال وهذا حرام** کے مرتکب ہورہے ہیں، کچھ فتن وملاحم کی احادیث انہی واقعات پر فٹ کرتے نظر آتے ہیں۔ ان کے اس کام اور جلد بازی اور ان حوادث پر قیامت کی نشانیاں فٹ کرنے کی وجہ سے اور ایسا برپا نہ ہونے پر ان احادیث وواقعات اور آیات پر شکوک وشبہات پیدا کرنے کا موقع فراہم کررہے ہیں۔ اس سے بڑی بات کیا ہوسکتی ہے کہ ہر شخص ہر معاملے میں اور ہر حادثے پر تبصرہ کرے اور اپنی رائے کا اظہار لازماً کرے، اپنے اظہار رائے پر زور دے۔ بھائیو اور عزیزو آپ ہی بتائیں کہ کیا ضروری ہے ہر مسئلہ میں اور ہر وقت اظہار خیال کیا ہی جائے، سوال کا جواب دیا ہی جائے۔ حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی ہر سوال کا جواب نہیں دیتے تھے، اللہ کے رسول کی طرف رجوع کرتے تھے۔ صحابہ کرام اہل بدر اور اہل حدیبیہ رضی اللہ عنہم کو جمع کرلیتے تھے اور اللہ کے رسول بھی جبرئیل امین علیہ السلام کا انتظار کرتے تھے تاآنکہ اللہ تعالی کا پیغام اور صریح رہنمائی آجاتی تھی۔ ویسے بھی ہر واقعے پر اظہار خیال تو دور کی بات ہے اسے نقل کرنا اور پھیلانا بھی بہت بڑے فساد کا ذریعہ ہے۔

دوسرے یہ کہ **بحسب امری من الشران يحدث بكل ما سمع من حدث حديثا يرى انه كذب فهوا حدا لكاذبين، كفى بالمرء كذبا ان يحدث لكل ماسمع** ۔ اگر آپ ایک حساس، بہی خواہ مسلمان اور

شہری ہیں تب بھی یہ حکم ہے کہ آپ ایسی خبر پر اظہار خیال کرنے ،اسے نقل کرنے ، پھیلانے اور اس پر حکم لگانے سے پہلے آپ اولیاء الامور، ذمہ داران قوم وملت اور سماج اور علماء و داعیان پر چھوڑ دیں وہ اس خبر پر کیا رائے قائم کرتے ہیں۔ آپ زیادہ سے زیادہ ان ذمہ داروں اور اداروں پر چھوڑ دیں کہ وہ کیا رائے قائم کرتے ہیں؟ ذرا دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ سات آسمانوں کے اوپر سے کتنی اہمیت کے ساتھ اس بات کو بتا رہے ہیں اور حکم دے رہے ہیں کہ کوئی بات خصوصا امن وخوف، سیکورٹی، سلامتی اور خطرے وخوف سے متعلق ہو تو اسے پھیلائیں نہیں، بلکہ اسے حکام، اہل فکر ودانش اور ذمہ داران قوم وملت پر چھوڑ دیں اور دیکھیں کہ وہ اس خوف یا امن وامان والی خبر پر کیا ردعمل کرتے ہیں اور کس نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔ ارشاد ہے: وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنبِطُونَهُ مِنْهُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلاً (النساء:۸۳) ’’جہاں انہیں کوئی خبر امن کی یا خوف کی ملی انہوں نے اسے مشہور کرنا شروع کر دیا، حالانکہ یہ لوگ اسے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اور اپنے میں سے ایسی باتوں کی تہہ تک پہنچنے والوں کے حوالے کر دیتے، تو اس کی حقیقت وہ لوگ معلوم کر لیتے جو نتیجہ اخذ کرتے ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو معدودے چند کے علاوہ تم سب شیطان کے پیروکار بن جاتے‘‘۔

اگر ہم ہر خبر کے پیچھے بھاگتے رہیں تو شیطان اپنا تابع فرمان بنالے گا۔ کیا اس سے بڑا کوئی گناہ ہوسکتا ہے؟ اس لئے اسے ہلکے میں نہ لیں۔ اس سے بھی بدترین اور ضرررساں بات یہ ہے کہ ہم مظلوم کو ظالم قرار دے لے جائیں اور بے شعوری میں ظالم کو ہیرو بنادیں۔ اور خود ذمہ داروں کو بھی یہ حکم ہے کہ ہر سنی سنائی خبر پر کان نہ دھریں خصوصا ان کی حکومت، قوم اور ملک وملت سے متعلق خبر اور معاملہ ہے تو اس کو سرسری طور پر لینے کے بجائے حکم ربانی ہے کہ وہ چھان پھٹک کر ہی اظہار خیال یا اقدام کریں۔ ارشاد گرامی ہے: ’’يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْماً بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ‘‘ (الحجرات:۶) ’’اے مسلمانو! اگر تمہیں کوئی فاسق خبر دے تو تم اس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو ایسا نہ ہو کہ نادانی میں کسی قوم کو ایذا پہنچا دو پھر اپنے کیے پر پشیمانی اٹھاؤ‘‘۔

۳۔ کسی بھی جنگی حالات اور سنگین معاملات میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ،دعا، آہ وزاری، تضرع اور ابتہال ضروری ہے۔ اپنے حق میں، اپنی ملت اور ملک کے حق میں اور ان مظلوموں کے حق میں بہتر اور موثر ذریعہ اللہ جل جلالہ وعم نوالہ کے دربار میں آنسو بہانے اور گہار لگانے سے ہی کچھ کام بن سکتا ہے۔ اور مصیبت تو آتی بھی بسااوقات اس لئے ہے کہ انسان توبہ واستغفار کرے، آہ وزاری کرے اور اللہ تعالیٰ کی تابعداری وفرماں برداری کرنے لگ جائے۔ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ بندہ اب بھی اپنی سرکشی اور حالات کی سنگینی کو دیکھ کر میرے حضور سجدہ ریز ہوجائے، روئے، گڑگڑائے اور اس کے دل جو سخت اور پتھر بن گئے ہیں وہ نرم پڑیں۔ ’’أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَن تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ‘‘ (الحدید:۱۶) ’’کیا اب تک ایمان والوں کے لیے وقت نہیں آیا کہ ان کے دل ذکر الٰہی سے اور جو حق اتر چکا ہے اسے نرم ہوجائیں اور ان کی طرح نہ ہوجائیں جنہیں ان سے پہلے کتاب دی گئی تھی پھر جب ان پر ایک زمانہ دراز گزر گیا تو ان کے دل سخت ہوگئے اور ان میں سے بہت سے فاسق ہیں‘‘۔

دوسری جگہ ارشاد ہے: ’’فَلَوْلَا إِذْ جَاءَهُمْ بَأْسُنَا تَضَرَّعُوا وَلَٰكِن قَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ‘‘ (الانعام:۴۳) ’’سو جب ان کو ہماری سزا پہنچی تھی تو انہوں نے عاجزی کیوں نہیں اختیار کی؟ لیکن ان کے قلوب سخت ہوگئے اور شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے خیال میں آراستہ کردیا‘‘۔

’’وَلَقَدْ أَخَذْنَاهُم بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُونَ‘‘ (المومنون:۷۶) ’’اور ہم نے انہیں عذاب میں بھی پکڑا تاہم یہ لوگ نہ تو اپنے پروردگار کے سامنے جھکے اور نہ ہی عاجزی اختیار کی‘‘۔

یہ تو مبتلائے محن وعذاب اقوام اور جماعات کی بات ہے مگر عذاب سے سب کو نصیحت پکڑنی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آندھی، طوفان اور بارش کے آثار دیکھ کر دعا وآہ وزاری کی تلقین کرتے تھے۔ اللهم حوالينا ولا علينا ’’عفو ودرگزر کی بھیک مانگتے اور مبتلائے امراض وعذاب اور مصیبت

زدگان کودیکھ کراس سے بچنے کی دعا کرتے۔

۴-ایسے ہنگامی دور اور جنگی حالات اور مصائب کے اوقات میں جبکہ صدمے اور اندیشے بڑھ رہے ہیں اور اپنوں یا غیروں پر برے حالات پیش آرہے ہیں تو اس پر صبر کرنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ سے اجر کی امید رکھنی چاہئے۔ ’’الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْن‘‘ (البقرہ:۱۵۶)’’جنہیں، جب کبھی کوئی مصیبت آتی ہے تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم تو خود اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں‘‘ جنگ کی مصیبت خصوصا اس دور میں عام ہے اور اس کے نقصانات بھی ہمہ جہت اور بہت زیادہ ہے۔

۵-ایسے نازک حالات اور مصیبت اور جنگ وجدل کی گھڑی میں انسان کو تعصب وتنگ نظری اور بے جا طرفداری اور جانبداری سے بچنا چاہئے اور کسی کو لعن طعن اور مجرم ، بزدل اور بے قصور ٹھہرانے سے پہلے تحقیق حال کرنا چاہئے۔ اور اس میں بھی عدل وانصاف اور مبنی برصحت ومثبت بات کرے۔ آپسی بحث ومناظرہ، جدال اور جھگڑوں سے بچے اور جاہلی نعروں اور تعصب، نفاق وشقاق اور بغض وحسد سے بچے، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو ’’اے کالے کے بیٹے‘‘ کہنے پر ٹوکا کہ ابوذر! تم ایسے آدمی ہو جس کے اندر تعصب اور جاہلیت کی بوآرہی ہے۔

۶-ایسے فتنوں اور جنگوں کے زمانہ میں انسان ان کا لقمۂ تر ہونے کے بجائے کثرت عبادت میں مشغول ہوجائے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ’’العبادة في الهرج كهجرة الي...... (مسلم)‘‘ فتنوں کے زمانہ میں اور قتل وغارتگری اور حالات کے گنجلک اور غیر واضح ہونے کی صورت میں انسان عبادت کے لیے گوشہ نشینی اختیار کرے، یہ اس لیے بھی کہ فتنوں کے زمانہ میں انسان عبادات اور ذکر الٰہی اور اچھے کاموں سے دھیرے دھیرے دور ہونے لگتا ہے اور بسا اوقات اس میں مبتلا ہوکر غفلت کا شکار اور حالات کے مار کا شکار ہوجاتا ہے۔ سلف صالحین کا یہی طریقہ رہا ہے اور فتنوں کے زمانہ میں ایسا ہی کرنے کا حکم وترغیب ہے۔ عبادات میں صدقہ وخیرات زیادہ سے زیادہ کرے۔ ’’الصدقة تطفي غضب الرب‘‘ (ابن حبان) صبح وشام کے اذکار و وظائف اور دعاؤں کا اہتمام کرے۔ اور حالات لاکھ دیگر گوں ہوں مایوس کن ہو آہ وواویلا ہرگز نہ کرے۔

دیکھو! یعقوب علیہ الصلاۃ والسلام کو۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھے ہوئے ہیں اور سخت مایوسی کے عالم میں بھی امید اور اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور توکل کو دل ودماغ میں جاگزیں کیے ہوئے ہیں اور بیٹوں کو وصیت کررہے ہیں کہ کبھی بھی اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہونا۔ کوششیں، دعائیں سب جاری رکھنا۔ ’’يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْن‘‘ (یوسف:۸۷)’’میرے پیارے بچو! تم جاؤ اور یوسف کی اور اس کے بھائی کی پوری طرح تلاش کرو اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ یقیناً رب کی رحمت سے ناامید وہی ہوتے ہیں جو کافر ہوتے ہیں‘‘۔

۷-ایسے حالات میں شخصی مصالح اور فائدوں پر قومی وملی اور اجتماعی فوائد ومصالح کی رعایت کرنا اور ان کو مقدم رکھنا ازحد ضروری ہے۔ جہاں ایک طرف آپسی میل ملاپ ضروری ہے وہیں شخصی مصلحت پر قومی وملی مصلحت کو مقدم کرتے ہوئے مالی قربانی وغیرہ سے مصائب کو کم کرنا چاہئے۔ غزوہ خندق میں بنی ہوازن کو جنگ سے روکنے کے لیے مدینہ کی آدھی پیداوار دے دینے پر راضی ہوگئے۔

اسی طرح صلح حدیبیہ کے موقع پر شخصی مصالح اور ضرورتوں پر قومی وملی اور دینی مصلحت کو مقدم رکھا اور اسے فوقیت دی۔ ابوجندل اور ابوبصیرہ رضی اللہ عنہم جیسے مجبور ومقہور مسلمانوں کی دادرسی کرنے کے بجائے پوری قوم کے حق میں ان کو واپس کردینا قبول فرمالیا۔ حالانکہ یہ بہت حساس، نازک، اہم ترین اور اہم موڑ پر تھا۔ اس سلسلے میں افسوس کہ عام لوگ اپنی ذاتی انا، ایگو اور بلا فائدہ بحث وتکرار میں بڑوں اور جماعت وجمعیات اور قوم وملت کے مصالح کو مقدم نہیں رکھتے اور الجھاؤ اور فتنہ پیدا کرتے ہیں۔ جب ہم اپنی رائے اور زبان کو روک لیں گے اور جذبات پر کنٹرول کرلیں گے اور قوم وملت و جماعت کے مفاد کو مقدم رکھیں گے تو اس کے بے شمار فائدے ظاہر ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ قضیہ فلسطین کے علاوہ بھی ہم کو تمام ملکی وملی وسماجی معاملات میں اعتدال برتنے کی توفیق دے۔

☆☆☆

مولانا زبیر احمد عبدالمعبود مدنی

تقسیم میراث کی اہمیت اور اس سے بے توجہی

مذہب اسلام ایک مکمل دین رحمت اور منظم ضابطہ حیات ہے۔ اس نے زندگی کے ہر شعبے میں مکمل رہنمائی کی ہے۔ پیدائش سے لے کر حالت ممات تک انسانی زندگی میں جتنے مراحل آسکتے ہیں۔ ہر مرحلہ کی ایسی مکمل ہدایت ورہنمائی کی ہے جس کی مثال کسی اور مذہب میں نہیں ملتی۔ مذہب اسلام نے جہاں انسانی زندگی کے متعلق تمام مسائل کا حل بتایا ہے۔ وہیں انسان کے مرنے کے بعد پیدا ہونے والے تمام مسائل کا حل واضح کردیا ہے۔ جسے شریعت کی اصلاح میں ''علم المیراث'' یا ''علم فرائض'' کہا جاتا ہے۔ یہ دومختلف نام ہیں لیکن ان دونوں کا ایک ہی مفہوم ہے۔

میراث کی لغوی تعریف: کلمہ: ''میراث'' باب ورث یرث کا مصدر ہے، جس کا معنی ہیں: ''انتقال شئی من شخص الی شخص آخـــــــر''، یعنی کسی چیز کا ایک شخص سے دوسرے شخص کی طرف منتقل ہونا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُودَ (سورۃ النمل:۱۶) اور داؤد کے وارث سلیمان ہوئے۔ اسی طرح حدیث میں ہے: ''العلماء ورثة الأنبياء''، یعنی علماء انبیاء کرامؑ کے علم کے وارث ہیں۔ (سنن ابوداؤد:۳۶۴۱)

میراث کی اصطلاحی تعریف: علم میراث ایسے قوانین کا مجموعہ ہے جن کے ذریعہ یہ جاننا مقصود ہے کہ میت کا کون وارث بنتا ہے اور کون وارث نہیں ہے۔ اور اگر کوئی وارث بنتا ہے تو میت کی جائیداد سے اس کا کتنا حصہ ہے۔ ھو العلم بالقواعد یعرف بها من یرث ومن لا یرث ونصیب كل وارث من التركة.

فرائض کی لغوی تعریف: ''فرائض'' فریضہ کی جمع ہے جو فرض سے مشتق ہے۔ جس کے معنی وجوب، حصہ، مقدار، قطع کرنا، مقرر کرنا، اندازہ کرنا وغیرہ ہیں۔

اہل زبان کہتے ہیں: فرضت لفلان كذا وكذا ای قطعت له شیئا من المال''، میں نے فلاں کے لیے مال کے کچھ حصہ کو متعین کیا۔

اصطلاحی تعریف: علم بأصول من فقه وحساب يعرف بها حق الورثة من التركة ''فرائض'' علم فقہ اور حساب کے ان قواعد کے جاننے کا نام ہے۔ جن کے ذریعہ سے ترکہ میت کو ورثہ میں تقسیم کرنے کی کیفیت اور ان کے حقوق درجات کی تفصیل معلوم ہو۔

موضوع: ترکہ، میت اور اس کے وارثین ہیں۔

غرض وغایت: مستحقین کو ان کے حقوق کے مطابق ترکہ تقسیم کرنے کا علم حاصل کرنا ہے۔ (قرۃ العیون فی تذکرۃ الفنون ص ۹۵)

علم میراث کا تعلق انسان کے اس مال دولت سے ہے جو مرنے کے بعد اپنے پیچھے چھوڑ کر جاتا ہے۔ چنانچہ اسی علم سے یہ پتہ چلتا ہے کہ میت کی جائیداد کا کون وارث ہوگا اور کتنا وارث ہوگا اور کون جزوی یا کلی طور پر محروم ہوگا اور کیوں ہوگا؟

شریعت نے اس پر خصوصی توجہ دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے اندر بذات خود جائیداد کی تقسیم کی تفصیلات وجزئیات کو بیان کردیا ہے۔ وراثت کا سارا نظام اللہ تعالیٰ کا مرتب کردہ ہے۔ اور اس کی جزئیات کی تکمیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی احادیث شریفہ میں بیان فرمائی ہے۔ جب کہ نماز، روزہ، زکوۃ اور حج کے احکام ومسائل اتنی تفصیل کے ساتھ قرآن کریم میں ذکر نہیں کئے گئے ہیں۔ یہ سب احکام زمین پر نازل ہوئے ہیں۔

قرآن مجید کے مطالعہ سے آپ کو معلوم ہوگا کہ نماز کے بارے میں تین اجمالی حکم واقیموا الصلاۃ ہے۔ اس کی تفصیل نبی اکرم ﷺ نے اپنے عمل اور ارشادات سے بیان فرمائی ہے۔ نماز کا طریقہ آپ کو قرآن میں نہیں ملے گا، اسی طرح روزہ، زکوۃ اور حج کے مسائل کی تفصیل قرآن میں نہیں ملے گی۔ بلکہ ان تمام عبادتوں کی تفصیلات احادیث نبویہ میں پائیں گے۔

جن کو رسول اکرم ﷺ نے تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ لیکن وارث کی تقسیم واستحقاق کے مسائل کو انسانوں کے اختیار وارادہ پر نہیں چھوڑا بلکہ اللہ تعالیٰ نے مکمل طور پر قرآن کریم کی سورۃ النساء میں سب کے حصوں کو متعین کردیا ہے۔

امام قرطبیؒ نے ''یوصیکم اللہ فی أولادکم'' کے بارے میں انتہائی عظیم بات کہی ہے۔ فرماتے ہیں:

هذه الآية ركن من أركان الدين وعمدة من عمدالدين، وأم من أمهات الآيات، فان الفرائض عظيمة القدر حتى أنها ثلث العلم یہ آیت ''یوصیکم اللہ فی أولادکم'' ارکان دین میں سے ہے۔ دین کے اہم ستونوں

میں سے ہے اور امہات آیات میں سے ہے اس لیے کہ فرائض (میراث) کا بہت عظیم مرتبہ ہے، یہاں تک کہ یہ ثلث علم ہے۔

وراثت کے احکام کی اہمیت واضح کرتے ہوئے اللہ تعالی نے قرآن مجید میں **وصية من الله** اور **فريضة من الله** فرمایا ہے۔ دوسری جگہ پر مسائل میراث کو اپنی حدود سے تعبیر کیا ہے۔ **تلک حدود الله** (النساء:۱۳) یہ اللہ کے حدود ہیں۔ معلوم ہوا کہ میراث اللہ کی حدیں ہیں۔ جن سے کسی بھی طور پر تجاوز نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اس سے تجاوز کرنا کسی بھی طور پر جائز نہیں۔

اللہ تعالی نے قرآن کریم کے اندر کئی مقامات پر عدم تعدی کو لازم قرار دیا ہے اور حدود تجاوز کرنے سے صاف صاف روکا ہے اور نبی اکرم ﷺ نے بھی فرمایا ہے۔

ان الله تعالىٰ فرض فرائض فلا تضيعوها. وحد حدودا فلا تعتدوها وحرم أشياء فلا تنتهكوها وسكت عن أشياء رحمة لكم غير نسيان فلا تبحثوا عنها.

مستدرک حاکم (۱۱۴۷) اس حدیث کو شیخ البانی اور علامہ نووی رحمہما اللہ نے حسن قرار دیا ہے۔ (ریاض الصالحین) ۱۸۵) اور علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے اعلام الموقعین ۱/۲۲۱ کے اندر صحیح قرار دیا ہے۔

ترجمہ: بے شک اللہ تعالی نے کچھ امور فرض کیے ہیں۔ لہذا انہیں ضائع مت کرنا، کچھ حدیں مقرر کی ہیں، ان سے تجاوز نہ کرنا، کچھ چیزیں حرام کی ہیں انہیں پامال نہ کرنا، کچھ چیزوں سے بغیر بھولے بسرے خاموشی اختیار کی ہے تو ان کی تلاش وجستجو میں مت رہنا۔ میراث کے احکام پر شریعت کے مطابق عمل کرنے والے کو جنت کی خوشخبری اور اسے عظیم کامیابی قرار دیا ہے، ارشاد ربانی ہے:

وَمَن يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (النساء:۱۳)

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا اللہ اسے ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ عظیم کامیابی ہے۔ اس کے برخلاف میراث کی ادائیگی میں کمی وزیادتی کرکے ان حدود سے تجاوز کرنے پر جہنم اور رسوا کن عذاب کی وعید سنائی ہے جس سے کوئی مفر نہیں جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: **وَمَن يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَاراً خَالِداً فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُّهِينٌ** (النساء:۱۴) اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کے حدود سے آگے نکلے گا وہ اسے آگ میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے رسوا کن عذاب ہے۔

عظمت علم فرائض: علم فرائض بڑا باوقعت وعظمت اور نہایت اہم فن ہے۔ جو علم معقول ومنقول ہر دو کی معرفت اپنی اندر رکھتا ہے، حافظ ابونعیم کی تخریج کردہ حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ''**الفرائض ثلث العلم وأنها أول ما يرفع من العلوم**

(۱) یہ ضعیف روایت ہے۔ نصف العلم کے ساتھ مشہور ہے اور بعض علماء کے نزدیک حسن لغیرہ ہے۔ فرائض ایک تہائی علم دین ہے اور سب سے پہلا وہ علم ہے جو اٹھایا جائے گا۔ اس کی برتری پر شاہد ہے۔ وجہ حجت یہ ہے کہ یہاں فرائض سے مراد فروض وراثت ہیں۔

نبی اکرم ﷺ اپنے صحابہ کو وراثت کا علم سیکھنے کی ترغیب دیا کرتے تھے جیسا کہ درج ذیل احادیث شریفہ سے واضح ہوتا ہے۔

عن عمر بن الخطاب رضى الله عنه قال: قال النبى ﷺ تعلموا الفرائض انها من دينكم زاد ابن مسعود: الطلاق والحج. (سند میں انقطاع ہے فتح الباری ۷/۱۲ مگر دوسرے طرق سے صحیح ہے۔ بدایۃ الرواۃ (۳۰۰۵)

امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: وراثت کے قوانین سیکھو، کیوں کہ یہ تمہارے دین کا حصہ ہیں۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے اس روایت میں اضافہ کیا کہ طلاق اور حج کے مسائل بھی سیکھو۔

عن ابن مسعود رضى الله عنهما ان النبى ﷺ قال: تعلموا القرآن وعلموها الناس وتعلموا الفرائض وعلموها الناس فانى امرؤ مقبوض وان العلم سيقبض وتظهر الفتن حيث يختلف الاثنان فى الفرائض فلا يجدان من يفصل بينهما، رواه الترمذى والحاكم فى المستدرك على الصحيحين، للحاكم كتاب الفرائض (۷۹۵۰) امام حاکم نے مستدرک میں صحیح الاسناد کہا ہے لیکن بعض محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ بے شک نبی ﷺ نے فرمایا قرآن سیکھو اور اسے لوگوں کو سکھاؤ علم میراث وفرائض کو سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ کیونکہ میں جلد ہی دنیا سے رخصت ہوجاؤں گا (قرآن اور میراث) کا علم اٹھالیا جائے گا اور فتنے رونما ہوں گے۔ یہاں تک کہ دو آدمی وراثت کی تقسیم میں اختلاف کریں گے اور کوئی آدمی ایسا نہیں پائیں گے جو ان میں فیصلہ کر سکے۔

عن عبدالله بن عمرو بن العاص رضى الله عنهما قال: العلم ثلاثة وما سوى ذلک فضل، آية محكمة أو سنة قائمة أو فريضة عادلة (سنن ابوداؤد:۲۸۸۵)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جن علوم کا سیکھنا ضروری ہے، وہ تین طرح کے ہیں۔

(۱) قرآن کریم کی محکم آیات۔ (۲) ثابت شدہ سنتیں۔
(۳) علم فرائض یعنی: وراثت کا علم جو عدل پر مبنی ہے۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرائض کی بہترین جانکار تھیں۔ **کانت عائشة تحسن الفرائض** (سنن دارمی (۲۹۰۱)
حضرت زید بن ثابتؓ کی تعریف میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: **أفرض أمتي زيد بن ثابت** (مستدرک حاکم: ۵۹۶۲)
میری امت میں فرائض کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے زیدؓ بن ثابت ہیں۔
میراث کی ادائیگی کا حکم نبی کریم ﷺ نے بھی دیا ہے۔ ارشاد نبوی ہے۔ **الحقوا الفرائض بأهلها فما بقي فهو لأولى رجل ذكر** (بخاری: ۶۷۳۵)
میراث اس کے حقداروں تک پہنچا دو اور جو کچھ باقی بچے وہ سب سے زیادہ قریبی عزیز مرد کا حصہ ہے۔ نیز فرمایا: **اقسموا المال بين أهل الفرائض على كتاب الله** (مسلم: ۱۶۱۵، ۴۲۲۸) مال کو حصے داروں کے درمیان کتاب اللہ کے مطابق تقسیم کرو۔ مذکورہ احادیث سے ثابت ہے کہ مسلمانوں کو وراثت کے علم کو سیکھنا چاہیے، کیونکہ دیگر علوم وفنون کے مقابلہ میں علم میراث کو سیکھنے کی بہت زیادہ اہمیت اور تاکیدی حکم ہے۔

علم میراث سے بے توجھی: افسوس صد افسوس کی بات یہ ہے کہ مذہب اسلام نے جس قدر علم میراث کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے، اتنا ہی اس کے جاننے والے قلیل ہیں اور اس پر عمل تو اور بھی کم ہے۔ اس علم سے بے توجہی کا عالم یہ ہے کہ ہر دن ہزاروں مسلمان مرتے ہیں۔ ہونا تو چاہیے تھا کہ علماء کے پاس میراث کے مسائل پوچھنے والوں کی قطاریں لگی ہوں، لیکن ایسا نہیں ہے، اس کے برعکس نکاح، طلاق اور عقیدہ وغیرہ کے مسائل پوچھنے والے سب سے زیادہ ہیں۔
دور حاضر میں مسلمانوں کے نزدیک حلال وحرام کی تمیز ختم ہو رہی ہے انسان کی خواہش اور کوشش یہ ہوتی ہے کہ خوب کمائے اور اس کا بینک بیلنس بھرا رہے۔ گویا لوگوں کے اندر حرام مال کھانے کی حرص وطمع بڑھ جاتی ہے، کمائی ہو چاہے حرام طریقے یا حلال طریقے سے۔ اس کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی یہ پیشین گوئی حرف بہ حرف صادق آتی ہے۔ ارشاد نبوی ہے۔
ایک زمانہ ضرور لوگوں پر ایسا آئے گا جس میں انسان کو کوئی پرواہ نہیں ہوگی کہ اس نے مال حلال طریقے سے حاصل کیا یا حرام طریقے سے۔
حالانکہ حرام کھانے والوں کی دعا تک قبول نہیں ہوتی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ایک شخص لمبا سفر کرتا ہے بال پراگندہ اور جسم غبار آلود ہے دعا کے لئے آسمان کی طرف اپنے دونوں ہاتھ پھیلاتا ہے۔ اے میرے رب! اے میرے رب! جبکہ اس کا کھانا حرام ہے اس کا پینا حرام ہے اس کا لباس حرام ہے اور اس کی غذا حرام کی ملی ہے۔ اس کی دعا کہاں سے قبول ہوگی۔ (صحیح مسلم: ۲۳۴۶)
ذرا غور فرمائیں قبولیت دعاء کے سارے عناصر موجود ہیں، مگر حرام کھانا، پینا اور حرام طریقے سے پرورش وپرداخت ہونے کی وجہ سے دعاء رد کردی جارہی ہے۔ میراث سے بے توجہی برتنے والے حضرات غور فرمائیں۔
اسی طرح سے لوگ رسم ورواج پر عمل کرتے ہوئے اور کتاب وسنت کی مخالفت کرتے ہوئے لڑکیوں کو جہیز میں کچھ سامان دے کر میراث سے محروم کردیتے ہیں جبکہ جہیز حرام ہے۔ ایک ہندوانہ رسم ہے اور ہندوستانی معاشرہ کا ایک مہلک ناسور ہے۔ جو باہمی ہمدردی، آپسی محبت والفت، بھائی چارگی کو چاٹ جاتا ہے اور دیمک کی طرح کھا جاتا ہے، حالانکہ میراث واجب ہے اور فرض ہے جس کے لئے قرآن کریم نے انتہائی واضح لفظوں میں وجوب کا حکم دیا ہے۔ جہیز میراث کا بدل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اور آخرت کا خوف کھاتے ہوئے میراث کو قائم کرنا چاہیے، کیونکہ دوسروں کے مال کو ناجائز طور پر کھانا پیٹ میں آگ بھرنے کے مترادف ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔
إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَى ظُلْماً إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَاراً وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيراً (النساء: ۱۰) بے شک جو لوگ یتیموں کا مال ظلم کے طور پر کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں اور وہ جہنم میں داخل ہوں گے۔ میراث حقداروں تک نہ پہنچانے والے ظالم ہوتے ہیں اور ظلم قیامت کے دن تاریکیاں ہی تاریکیاں ہیں ارشاد نبویؐ ہے۔
اتقوا الظلم فان الظلم ظلمات يوم القيامة (بخاری: ۲۴۴۷، مسلم: ۲۵۷۹) ظلم سے بچتے رہو کیونکہ ظلم قیامت کے دن تاریکیاں ہی تاریکیاں ہیں۔
نیز نبی کریم ﷺ کی اس وعید شدید پر بھی ایک نظر ڈالی جائے جس میں آپ ﷺ نے ایک بالشت زمین ظلم وزیادتی سے لینے پر سات زمینوں کا طوق ڈالنے جانے کی وعید سنائی ہے۔ فرمایا: **من اقتطع شبرا من الارض ظلما طوقه الله اياه يوم القيامة من سبع أرضين** (مسلم: ۱۶۱۰) جس نے زمین میں سے بالشت بھر بھی ظلم کر کے لیا اللہ تعالیٰ اسے سات زمینوں کا طوق پہنا دے گا۔ نیز فرمایا:
من اخذ من الأرض شيئا بغير حقه خسف به يوم القيامة الى سبع ارضين (بخاری: ۲۴۵۴) جس شخص نے زمین میں سے کچھ بھی ناحق لیا تو اسے قیامت والے دن اس کے بدلے سات زمینوں تک دھنسا دیا جائے گا۔
دوسروں کے مال کو ناحق کھا جانا انتہائی قبیح فعل اور شنیع عمل ہے ایسا شخص قیامت کے دن بڑا مفلس ہوگا اور روزہ نماز کر کے بھی جہنم رسید ہوگا جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

اتدرون من المفلس؟ قالوا: المفلس فينا من لا درهم له ولا متاع قال: المفلس من أمتي يوم القيامة من يأتي بصلاة وصيام وزكاة ويأتي قد شتم هذا، وقذف هذا، واكل مال هذا، وسفک دم هذا، وضرب هذا، فيعطى هذا من حسناته وهذا من حسناته فان فنيت حسناته قبل أن يقضى ما عليه أخذ من خطاياهم فطرحت عليه ثم طرح في النار (مسلم:۶۵۷۹)

کیاتم لوگوں کومعلوم ہے کہ مفلس کسے کہتے ہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول! ہمارے یہاں مفلس اسے کہتے ہیں جس کے پاس درہم ودینار اورضروری سامان زندگی نہ ہو، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہماری امت میں مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن روزہ، نماز اور زکاۃ کے ساتھ اس حال میں آئے گا کہ اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پہ تہمت باندھی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا، اور کسی کو مارا ہوگا، پھر اسے سب کے سامنے بٹھایا جائے گا اور بدلے میں اس کی نیکیاں مظلوموں کو دے دی جائیں گی، پھر اگر اس کے ظلموں کا بدلہ پورا ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو مظلوموں کے گناہ لے کر اس پر رکھ دیئے جائیں گے، پھر اگر اس کے ظلموں کا بدلہ پورا ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو مظلوموں کے گناہ لے کر اس پر رکھ دیئے جائیں گے اور اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

ذرا غور وفکر کریں کہ میراث سے بے توجہی برتنے والوں کی عبادتیں حرام مال کھانے اور دوسروں کی جائیداد ہتھیانے کی بنیاد پر ضائع ہو جارہی ہیں۔ اور انتہائی ذلت ورسوائی کے ساتھ جہنم میں بھی پھینکا جائے گا۔ اللہ ہم سب کو جہنم سے محفوظ رکھے۔ اور اسلام کے مطابق عمل کرنے، خواتین کے حقوق ادا کرنے، حرام مال کھانے سے بچنے اور حلال طریقے سے کھانے کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین یارب العالمین

☆☆☆

اهم اطلاع

اطلاعاً عرض ہے کہ زیر نظر شمارہ میں 30-16 اپریل کے شمارہ کو بھی ضم کر دیا گیا ہے۔ اس لئے قارئین کرام مذکورہ شمارہ کے موصول نہ ہونے کی شکایت نہ کریں۔

(ادارہ)

شرائط حصول تصدیق نامہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

(۱) وہ طلباء جو اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے بیرونی جامعات میں داخلے کے خواہش مند ہوں اور انہیں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا توصیہ مطلوب ہو وہ درخواست بنام امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، تعلیمی اسناد کی مصدقہ فوٹو کاپی دو اساتذہ کا تزکیہ اور صوبائی جمعیت کے امیر/ ناظم کا تزکیہ دفتر میں جمع کریں۔ مذکورہ معلومات وکاغذات کی روشنی میں غور کرنے کے بعد ہی توصیہ جاری کیا جائے گا۔

(۲) وہ ذمہ داران معاہد ومدارس وجامعات جنہیں حصول تعاون کے لیے مرکزی جمعیت کا توصیہ یا اس کی تجدید مطلوب ہو، درج ذیل شرائط کی تکمیل کے بعد توصیہ حاصل کر سکتے ہیں:

(الف) ادارے کے لیٹر ہیڈ پر توصیہ کے لیے ذمہ دار ادارہ کی جانب سے اصل درخواست بنام امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند۔

(ب) متعلقہ صوبائی جمعیت کے امیر/ ناظم کا، امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت کے نام سفارشی خط یا نئی تصدیق جس میں معیار تعلیم، تعداد طلبہ واساتذہ مذکور ہو۔

(ج) جمعیت کے شعبۂ احصائیات برائے مدارس میں اندراج۔

(د) جمعیت کے آرگن پندرہ روزہ ''جریدہ ترجمان'' (اُردو)، ماہنامہ ''اصلاح سماج'' (ہندی)، نیز ماہنامہ ''دی سمپل ٹروتھ'' (انگریزی) کا ادارہ کے نام اجراء اور قدیم خریدار ہونے کی صورت میں اس کے بقایاجات کی ادائیگی۔

(۳) علاوہ ازیں مرکزی جمعیت کی جانب سے سفارشی خطوط حاصل کرنے کے لیے ذمہ داران صوبائی وضلعی جمعیات ومعروف علماء کرام کی نئی تصدیقات کا پیش کیا جانا لازمی ہے۔ درخواست دہندہ اپنے دستخط کے ساتھ نام اور عہدہ صاف صاف لکھیں۔ کسی بھی قدیم تصدیق کی تجدید یا اس میں حذف واضافہ کے لیے صوبائی جمعیت سے حاصل شدہ نئی اصل تصدیق کا پیش کیا جانا ضروری ہے بصورت دیگر کوئی بھی عذر مقبول نہ ہوگا۔

نوٹ: جو حضرات مرکزی جمعیت کی تصدیق کے خواہاں ہوں وہ کسی بھی قسم کی زحمت سے بچنے کے لئے رمضان سے قبل تصدیق حاصل کرلیں اور بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے رجسٹری ڈاک خرچ نقد نیز جریدہ ترجمان، اصلاح سماج ودی سمپل ٹروتھ کے بقایاجات کی رسید کی فوٹو کاپی ارسال کرنا نہ بھولیں۔

دفتر نظامت عامہ: مرکزی جمعیت اهل حدیث هند

حج وعمرہ سے غفلت کیوں؟

الشیخ/عبدالولی عبدالقوی

الحمد لله و الصلاة والسلام على رسول الله و أشهد أن لا اله الا الله وحده لا شريك له و أشهد أن محمدا عبده ورسوله و بعد:

اسلام کی پرشکوہ عمارت جن پانچ ستونوں پر استوار ہے، ان میں سے ایک نہایت مستحکم ستون حج بیت اللہ ہے، یہ صرف ایک فریضہ ہی نہیں بلکہ ایک نہایت مقدس، اشرف وافضل عبادت ہے جومتنوع عبادات کواپنے اندرسموئے ہوئے ہے، نمازاورروزہ صرف بدنی عبادات ہیں، زکاۃ صرف مالی عبادت ہےلیکن حج کو بدنی اور مالی دونوں قسم کی عبادت کا شرف حاصل ہے، یہ زندگی میں ایک بار ہر صاحب استطاعت مسلمان پرفرض ہےاوراس کامنکردائرہ اسلام سے خارج ہے، اجروثواب کےلحاظ سے یہ فریضہ اس قدراہمیت کا حامل، اوررفیع الشان ہے کہ رسول مصطفیﷺ نے فرمایا:''حج مبرور کا بدلہ جنت کے سوا کچھ اورنہیں''جس کی تفصیلات ذیل کی سطور میں آرہی ہیں۔

(۱) **حج کی فرضیت**: حج اسلام کااہم ترین رکن ہے جو ہرصاحب استطاعت مسلمان پر زندگی میں ایک بارفرض ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكاً وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ (96) فِيهِ آيَاتٌ بَيِّـنَاتٌ مَّقَامُ إِبْرَاهِيمَ وَمَن دَخَلَهُ كَانَ آمِناً وَلِلّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلاً وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ الله غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ﴾ پہلا گھر جولوگوں (کےعبادت کرنے) کے لئے مقرر کیا گیا تھاوہی ہے جومکہ میں ہے جوتمام دنیا کے لئے برکت وہدایت والا ہے، اس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں مقام ابراہیم ہے، اس میں جو آجائے امن والا ہوجاتا ہے، اللہ تعالی نے ان لوگوں پر جواس تک پہنچنے کی طاقت رکھتے ہوں، اس گھر کا حج فرض کردیا ہےاور جو کوئی کفرکرےتو اللہ تعالی (اس سے بلکہ) تمام دنیا سے بے نیاز ہے۔(آل عمران ۹۷)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر قائم ہے (۱) اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبودنہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں (۲) نماز قائم کرنا (۳) زکاۃ ادا کرنا (۴) رمضان کے روزے رکھنا (۵) طاقت ہوتو خانہ کعبہ کا حج کرنا۔(بخاری ۸ ،مسلم ۱۶)

ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہﷺ نے ہمیں ایک روز خطبہ دیااورفرمایا: اےلوگو! اللہ نےتم پرحج فرض قراردیا ہے،لہذاتم حج کرو، ایک صحابی رسول نے پوچھا: اے اللہ کے رسولﷺ! کیا ہرسال، آپﷺ نے خاموشی اختیار کی یہاں تک کہ صحابی کے تین بار دریافت کرنے پرفرمایا: اگرمیں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال حج کرناتم پرواجب ہوجاتااورپھرتم نہ کرپاتے.....(مسلم ۱۳۳۷)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہﷺ سے دریافت کیا: اے اللہ کے رسولﷺ! کیاحج ہرسال واجب ہے یا زندگی میں ایک بار؟ آپﷺ نے فرمایا: زندگی میں ایک باراور جواس سے زیادہ ہووہ نفل ہے۔(صحیح عندالالبانی) دیکھئے: صحیح ابوداود ۱۵۱۴)

(۲) **عمرہ کی فرضیت**: اہل علم کے راجح قول کے مطابق جس پرحج فرض ہےاس پرعمرہ بھی فرض ہے۔

جیسا کہ نبیﷺ سے ثابت ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جبرئیل علیہ الصلاۃ والسلام سے کہا:....اسلام یہ ہے کہ تم کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دو، نماز قائم کرو، زکاۃ ادا کرواورحج وعمرہ کرو.....(صحیح ابن خزیمہ۲/۱۴۳۴(صحیح عند الالبانی) دیکھئے: صحیح الترغیب والترہیب۲/ ۵)

(۳) **حج و عمرہ کے فرضیت کی شرائط**: ان مسلمانوں پرحج یاعمرہ فرض ہے جن میں مندرجہ ذیل شرطیں پائی جائیں:

پہلی شرط :استطاعت: جس شخص کے پاس اہل وعیال کے خرچ کے علاوہ اتنا مال ہوکہ وہ مکہ مکرمہ جاسکےاورواپس آسکے، جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿وَلِلّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلاً﴾ "اللہ تعالی نے ان لوگوں پر جواس تک پہنچنے کی طاقت رکھتے ہوں، اس گھر کا حج فرض کردیا ہے''۔

دوسری شرط عقل: عقل سےمحروم دیوانہ شخص پرحج فرض نہیں ہے، کیوں کہ وہ فقدان عقل کی وجہ سے شرعی احکامات کا مکلّف نہیں، یہاں تک کہ اس کی عقل واپس آجائے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا:''تین قسم کے لوگوں سے قلم اٹھالیا گیا ہے (یعنی ان کے اقوال وافعال حساب میں نہیں ہیں) (۱)

سوئے ہوئے شخص سے یہاں تک کہ وہ بیدار ہوجائے (۲) چھوٹے بچے سے یہاں تک کہ وہ بڑا ہوجائے (۳) دیوانہ سے یہاں تک کہ وہ سمجھنے لگے یا مرض جنون سے شفایاب ہوجائے''۔(صحیح عندالالبانی) دیکھئے: صحیح ابن ماجہ حدیث ۱۶۶۰)

سنن ابوداؤد کے الفاظ اس طرح ہیں:'' و عن الصبی حتی یحتلم'' بچے سے یہاں تک کہ بالغ ہوجائے۔(ابوداؤد ۴۴۳۰)

تیسری شرط: بلوغت: نابالغ بچے پر حج فرض نہیں، یہاں تک کہ وہ بالغ ہوجائے، لیکن اگر نابالغ بچہ حج کرے تو اس کا حج صحیح ہے اور اجر وثواب اس کے والدین کے لئے ہے، جیسا کہ حجۃ الوداع کے موقع پر ایک خاتون نے نبی ﷺ کی طرف اپنے بچے کو پیش کرتے ہوئے کہا: کیا اس کا بھی حج ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں اور ثواب تمہارے لئے ہے۔(مسلم ۱۳۳۶)

لیکن یہ حج نفلی ہوگا، فریضہ اسلام کی جانب سے کفایت نہ کرے گا، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جو کوئی بچہ حج کرے پھر بالغ ہوجائے تو اس پر دوبارہ حج فرض ہے''(صحیح عندالالبانی) دیکھئے: صحیح الجامع الصغیر حدیث ۲۷۲۹)

عورتوں کے لئے مذکورہ شرائط کے علاوہ ایک شرط اور بھی ہے وہ خاوند یا محرم کا ساتھ ہونا، چنانچہ اگر عورت کے پاس محرم نہ ہو تو اس پر حج واجب نہیں ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''کوئی مرد کسی غیر محرم عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ بیٹھے اور کوئی عورت اس وقت تک سفر نہ کرے جب تک اس کے ساتھ اس کا کوئی محرم نہ ہو، اتنے میں ایک صحابی کھڑے ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں نے فلاں لڑائی میں اپنا نام لکھوادیا ہے اور میری بیوی حج کو جارہی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: پھر تم جاؤ اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو''۔(بخاری ۳۰۰۶، مسلم ۴۲۴)

لہٰذا جن میں مذکورہ بالا شرطیں پائیں جائیں اور وہ خود حج کرنے کی طاقت رکھتے ہوں تو وہ بلا تاخیر بذات خود حج کریں اور اگر بیماری وغیرہ کی وجہ سے بذات خود حج کرنے کی طاقت نہ ہو تو اس کی مندرجہ ذیل دو حالتیں ہیں:

پہلی حالت: اگر بیماری سے شفایابی کی امید ہو تو حج مؤخر کریں یہاں تک کہ شفایاب ہوجائیں اور پھر خود حج کریں اور اگر اس دوران انتقال ہوجائے تو اس پیسہ سے دوسرے سے حج وعمرہ کرایا جائے اور اس تاخیر میں کوئی گناہ نہیں۔

دوسری حالت: اگر بیماری سے شفایابی کی امید نہ ہو یا سخت بوڑھا شخص ہو کہ سفر کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اس پیسہ سے دوسرے سے حج وعمرہ کرایا جائے۔
(دیکھئے: أضواء البیان ۵/۹۳-۹۸، شرح العمدۃ لابن تیمیہ ۱/۱۸۳)

(۴) **حج کے لئے جلدی کریں**: جس پر فریضہ حج عائد ہوچکا ہو اسے چاہیے کہ اس کی ادائیگی میں جلدی کرے۔

جیسا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''**تعجلوا الی الحج یعنی الفریضة- فان أحدكم لا یدری ما یعرض له**'' فریضہ حج کے لئے جلدی کرو کسی کو معلوم نہیں کہ اسے کیا عذر پیش آجائے۔(مسند احمد ۳/ ۲۶۸ (حسن عندالالبانی) دیکھئے: ارواء الغلیل ۴/ ۱۶۸)

رسول اللہ ﷺ پر جب حج سن ۹ ہجری کے آخر میں فرض ہوا، تو آپ ﷺ پہلی فرصت میں صحابہ کی ایک بڑی جماعت کو لے کر سن ۱۰ ہجری میں حج کے لئے روانہ ہوئے، آپ ﷺ نے ایک سال بھی تاخیر نہ کی۔(دیکھئے: مفید الانام لابن جاسر ص ۷)

عمر بن خطاب رضی اللہ سے ثابت ہے کہ انھوں نے کہا: میں نے ارادہ کیا کہ اپنے لوگوں کو شہروں میں بھیجوں تا کہ وہ اس بات کی تحقیق کریں کہ جن لوگوں کو حج کی طاقت ہے پھر بھی حج نہیں کرتے وہ ان پر جزیہ مقرر کردیں، ایسے لوگ مسلمان نہیں، ایسے لوگ مسلمان نہیں۔ (سنن سعید بن منصور (صحیح عند ابن حجر) دیکھئے: التلخیص الحبیر ۲/ ۴۲۶)

(۵) **فضائل حج و عمرہ**: ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

''**من حج لله فلم یرفث و لم یفسق رجع کیوم ولدته امه**'' جس نے اللہ کی خاطر حج کیا اور دوران حج بیوی سے جماع اور فسق و فجور کا کام نہ کیا وہ گناہوں سے ایسے ہی پاک ہوکر لوٹتا ہے جیسا ماں کے شکم سے پیدا ہونے کے دن تھا۔ (بخاری ۱۵۲۱)

رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے عمرو! کیا تم نے نہیں جانا کہ اسلام لانے سے پچھلے گناہ معاف کردئے جاتے ہیں اور ہجرت سے سابقہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور حج کے ذریعہ پچھلے گناہ بخش دئے جاتے ہیں۔(مسلم ۱۹۲)

ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''**العمرة الى العمرة كفارة لما بينهما و الحج المبرور ليس له جزاء الا الجنة**'' ایک عمرہ کے بعد دوسرا عمرہ درمیان کے گناہوں کے لئے کفارہ ہے اور حج مبرور کا بدلہ صرف جنت ہے۔(بخاری ۱۷۷۳، مسلم ۱۳۴۹)

حج مبرور وہ حج ہے جو ریا ونمود سے پاک محض اللہ کی رضا کے لئے، حلال کمائی سے، مسنون طریقے اور شرعی تقاضوں کے عین مطابق انجام دیا گیا ہو، اس میں کوئی

شہوانی بات، گالی گلوج، لڑائی جھگڑا نہ کیا گیا ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رمضان میں عمرہ کرنا میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔ (بخاری ۱۸۶۳، مسلم ۱۲۵۶)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بار بار حج اور عمرہ کیا کرو، کیوں کہ یہ دونوں گناہ اور فقیری کو ایسے ختم کردیتے ہیں جیسا کہ بھٹی کی آگ سونے چاندی اور لوہے کی میل کو نکال پھینکتی ہے اور حج مبرور کا صلہ سوائے جنت کے اور کچھ نہیں''۔ (حسن صحیح عندالالبانی) دیکھئے: صحیح الترغیب ۱۱۳۳)

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عرفہ کے سوا کوئی اور دن ایسا نہیں ہے کہ جس میں اللہ تعالی اس کثرت سے بندوں کو جہنم کی آگ سے آزاد کرتا ہو، اس روز اللہ تعالی اپنے بندوں کے بہت قریب ہوتا ہے اور فرشتوں کے سامنے ان (حاجیوں) کی وجہ سے فخر کرتا اور فرشتوں سے پوچھتا ہے کہ یہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟ (مسلم ۱۳۴۸)

(۶) حج و عمرہ کے لئے نکلنے سے پہلے:

(۱) حج وعمرہ کے لئے نکلنے سے پہلے اپنی نیت کو ریا و نمود شہرت وغیرہ سے پاک کرلیں، کیوں کہ کوئی بھی عبادت اخلاص نیت کے بغیر قبول نہیں ہوتی، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بیشک اللہ تعالی صرف اسی عمل کو قبول فرماتا ہے جو اس کے لئے خالص ہو اور اس سے اللہ کی رضامندی چاہی گئی ہو''۔ (صحیح النسائی ۳۱۴۰)

(۲) شرک سے توبہ کرلیں، کیوں کہ شرک کے ہوتے ہوئے کوئی بھی عبادت عنداللہ مقبول نہیں ہے، جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ اگر فرضا یہ (انبیاء) بھی شرک کرتے تو جو کچھ یہ اعمال کرتے تھے وہ سب اکارت ہوجاتے۔ (الانعام: ۸۸)

(۳) رسول اللہ ﷺ کے بتلائے ہوئے طریقہ کے مطابق حج وعمرہ کرنے کا عزم کریں، کیوں کہ خلاف سنت انجام دی گئی عبادت اللہ کے یہاں غیر قابل قبول ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کوئی ایسا عمل کیا جو ہمارے حکم کے مطابق نہیں تو وہ عنداللہ غیر مقبول ہے۔ (مسلم ۱۸)

(۴) گناہوں سے توبہ اور ظلم وزیادتی سے معافی تلافی کرلیں۔

(۵) مال حلال کا استعمال کریں، کیوں کہ اللہ تعالی پاکیزہ چیز ہی کو قبول کرتا ہے۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ ہمیں حج وعمرہ کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں اسلام پر قائم رکھے۔ و صلی اللہ علی نبینا محمد و بارک و سلم

☆☆☆

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

عمر میں برکت کے اسباب

مولانا عبدالمنان شکراوی، دہلی

عمر وغیرہ میں برکت اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے عطا کرتا ہے۔ایک مسلمان کے لیے اسے تلاش کرنا اعلیٰ مقاصد میں سے ہے۔

برکت کے معنی ہیں کثرت و بڑھوتری اور کسی چیز میں بھلائی کا دائمی طور پر پایا جانا۔اور عمر میں برکت کا مطلب ہے کہ انسان اپنی مدت حیات میں بڑے بڑے کارنامے اور زیادہ سے زیادہ کارہائے نمایاں انجام دیدے کہ ویسا کوئی نہ کرسکے۔لمبی عمر ماہ وسال کی کثرت سے نہیں بلکہ اس میں برکت سے ہوتی ہے۔ایک کہاوت بھی ہے: برکت والا تھوڑا عمل بغیر برکت والے زیادہ عمل سے بہتر ہے۔

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور عمر کے بارے میں بندے سے سوال ہوگا۔جیسا کہ حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن کسی بندے کے دونوں پاؤں نہیں ہٹیں گے یہاں تک کہ اس سے یہ نہ پوچھ لیا جائے: اس کی عمر کے بارے میں کہ اسے کن کاموں میں ختم کیا، اور اس کے علم کے بارے میں کہ اس پر کتنا عمل کیا اور اس کے مال کے بارے میں کہ اسے کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا۔اور اس کے جسم کے بارے میں کہ اسے کہاں کھپایا۔(ترمذی)

امت محمدیہ کی عمروں اور سابقہ امتوں کی عمروں کے بارے میں غور کریں گے تو بڑا فرق پائیں گے۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کی عمریں ساٹھ سال سے ستر سال کے درمیان ہیں۔اور بہت کم لوگ اس سے آگے بڑھیں گے۔(ابن ماجہ)

مختصر عمر کی حکمت:بعض اہل علم نے عمر کی اس حد کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی ہے کہ اس امت کی عمر کم رکھی ہے تاکہ وہ غرور وگھمنڈ کا شکار نہ ہوں۔یہ بھی کہا گیا ہے تاکہ قیامت کے دن حساب وکتاب ہلکا رہے اور جنت میں داخلے میں تاخیر نہ ہو۔ایک قول یہ بھی ہے کہ تاکہ زیادہ عمل کی کوشش کریں۔یہ بھی کہا گیا ہے کہ عمر تو کم دی گئی لیکن ثواب میں اضافہ کردیا گیا اور انہیں ایسے دن وراتیں، زمان ومکان اور تقاریب عطا کی گئیں جن میں ثواب کئی گنا ہوجاتا ہے۔جیسے لیلۃ القدر، عشرہ ذی الحجہ، عرفہ کا روزہ وغیرہ وغیرہ

جب انسان ساٹھ سال کا ہوجاتا ہے تو عمر کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے عذر کا کوئی موقع نہیں چھوڑا۔جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ وَهُمْ يَصْطَرِخُونَ فِيهَا رَبَّنَا أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحاً غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُم مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَن تَذَكَّرَ وَجَاءكُمُ النَّذِيرُ فَذُوقُوا فَمَا لِلظَّالِمِينَ مِن نَّصِيرٍ (فاطر:۳۷) ترجمہ:''اور وہ لوگ جو اس طرح چلائیں گے کہ اے ہمارے رب! ہم کو نکال لے ہم اچھے کام کریں گے برخلاف ان کاموں کے جو کیا کرتے تھے۔(اللہ کہے گا) کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی تھی جس کو سمجھنا ہوتا وہ سمجھ سکتا اور تمہارے پاس ڈرانے والا بھی پہنچا تھا سو مزہ چکھو کہ (ایسے) ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس آدمی کے سلسلے میں حجت تمام کردی جس کی موت کو موخر کیا یہاں تک کہ وہ ساٹھ سال کی عمر کو پہنچ گیا۔(بخاری)

لوگوں میں بہتر شخص وہ ہے جس کی عمر لمبی ہوئی اور عمل اچھا ہوا۔جیسا کہ نفیع بن الحارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ لوگوں میں سب سے بہتر کون ہے؟ فرمایا: جس کی عمر لمبی ہو اور عمل نیک ہو۔اس آدمی نے پھر پوچھا: لوگوں میں بدتر شخص کون ہے؟ آپ نے فرمایا: جس کی عمر لمبی ہو اور عمل برا ہو۔(ترمذی)

صحابۂ کرام کے حالات پر غور کریں گے تو ان کی عمر میں برکت اور اوقات سے استفادہ کے سلسلے میں انہیں بلند ہمت پائیں گے اور ان کے حالات دیکھ کر تعجب میں پڑ جائیں گے۔انہوں نے کتنے بڑے بڑے کارنامے انجام دے، کتابیں لکھیں یہاں تک کہ اگر کوئی شخص ان کی لکھی کتابیں پڑھنے میں پوری عمر کھپا دے تب بھی انہیں ختم نہیں کرسکتا۔چہ جائیکہ ان کا دراسہ کرے، یاد کرے، سمجھے اور دوسروں کو پڑھائے۔اور اس سب کا راز ان کی عمر میں برکت کا پایا جانا تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھیے انہوں نے چند سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحبت اختیار کی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ صحابۂ کرام میں سب سے زیادہ حدیث بیان کرنے والے بن گیے۔

یہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ہیں جو تیس سال کی عمر میں اسلام لائے اور تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔ان کا مرتبہ دیکھیے کہ ان کی وفات پر عرش رحمٰن ہل گیا تھا۔(بخاری)

امام بخاری رحمہ اللہ کو دیکھ لیجیے، انہوں نے ایک لاکھ صحیح حدیثیں جمع کیں جبکہ انہیں صرف پینسٹھ سال عمر نصیب ہوئی۔

یہ یحیٰ بن معین رحمہ اللہ ہیں، فرماتے تھے: میں نے اپنے ہاتھ سے دس لاکھ

حدیثیں لکھی ہیں۔

ابن حزم رحمہ اللہ کے اوقات میں اس قدر برکت تھی کہ انہوں نے چار سو جلدیں چھوڑیں جو تقریبا اسی ہزار اوراق پر مشتمل تھیں۔

امام نووی رحمہ اللہ کو لے لیجیے، ان کی عمر میں اتنی برکت ہوئی کہ تھوڑی سی عمر میں تصنیفات کا زبردست خزانہ چھوڑا۔ جبکہ وہ اپنا پورا وقت تصنیف کے کام میں صرف نہیں کرتے تھے بلکہ ایک دن میں بارہ درس دیا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں عبادت میں کافی وقت لگتا تھا، حتی کہ ان کا شمار عبادت گزاروں میں ہوتا تھا۔ اس کے باوجود انہوں نے اتنی زیادہ تصنیفات چھوڑیں کہ اگر انہیں ان کی زندگی کے ایام پر تقسیم کیا جائے تو ہر دن چار کا پیاں بنیں گی۔

امام ابن الجوزی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے: میں نے اپنی ان انگلیوں سے دو ہزار جلدیں لکھی ہیں۔ ان کی تالیفات کی تعداد پانچ سو تھی۔ اور ان کے ہاتھ پر بیس ہزار یہود و نصاریٰ نے اسلام قبول کیا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے بارے میں ان کے شاگرد رشید امام ابن القیم رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ وہ ایک دن میں اتنا تصنیف کا اتنا حصہ لکھ دیتے تھے کہ اسے کوئی بھی شخص ایک یا اس سے زائد ہفتے میں نقل کر پاتا تھا۔ باوجود اس کے کہ ان کی قید کی زندگی کے الگ الگ ایام کو اگر یکجا کیا جائے تو سترہ سال بن جائیں گے۔

عمر میں برکت کے اسباب:

(۱) اللہ کا تقویٰ۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَى آمَنُواْ وَاتَّقَواْ لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالأَرْضِ وَلَـكِن كَذَّبُواْ فَأَخَذْنَاهُم بِمَا كَانُواْ يَكْسِبُونَ (الاعراف:۹۶) ترجمہ: ''اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے لیکن انہوں نے تکذیب کی تو ہم نے ان کے اعمال کی وجہ سے ان کو پکڑ لیا۔''

(۲) کثرت سے اللہ کا شکر ادا کرنا۔ کیونکہ شکر نعمتوں کو مقید کر دیتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِن شَكَرْتُمْ لأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ (ابراہیم:۷) ترجمہ: ''اور جب تمہارے پروردگار نے تمہیں آگاہ کر دیا کہ اگر تم شکر گزاری کرو گے تو بیشک میں تمہیں زیادہ دوں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو یقیناً میرا عذاب بہت سخت ہے۔''

(۳) صلہ رحمی۔ کیونکہ یہ ان اعمال میں سے ہے جن کی بدولت طویل عمر کی نعمت نصیب ہوتی ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنی روزی میں کشادگی چاہتا ہو یا عمر کی درازی چاہتا ہو تو اسے چاہیے کہ صلہ رحمی کرے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس قدر اپنا نسب جانو جس سے تم اپنے رشتے جوڑ سکو، اس لیے کہ رشتہ جوڑنے سے رشتہ داروں کی محبت بڑھتی ہے، مال و دولت میں اضافہ ہوتا ہے، اور آدمی کی عمر بڑھا دی جاتی ہے۔ (ترمذی)

علماء کا کہنا ہے کہ یا تو اللہ تعالیٰ اس کی عمر میں فی الحقیقہ اضافہ کر دیتا ہے یا اسے عافیت دیتا ہے یا اس کی وفات کے بعد اس کے اچھے اثرات مرتب کر دیتا ہے۔ اس سلسلے میں راجح قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے تھوڑے عمل میں برکت عطا کر دیتا ہے۔ اور اس سے عمر میں برکت، نیکیوں کی اور آخرت میں نفع بخش اوقات کی توفیق اور اس کے ضائع ہونے سے حفاظت ہو جاتی ہے۔ مطلب یہ کہ تھوڑی مدت میں وہ اتنا کچھ کر لیتا ہے جتنا اور کوئی لمبی مدت میں نہیں کر پاتا۔

رشتے ناطے جوڑنے والا اللہ تعالیٰ سے بھی جڑ جاتا ہے۔ صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مخلوق پیدا کی، جب وہ اس کی پیدائش سے فارغ ہوا تو رحم نے کھڑے ہو کر رحم کرنے والے اللہ کے دامن میں پناہ لی۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا کیا تجھے یہ پسند نہیں کہ جو تجھ کو جوڑے میں بھی اسے جوڑوں اور جو تجھے توڑے میں بھی اسے توڑ دوں۔ رحم نے عرض کیا، ہاں اے میرے رب! اللہ تعالیٰ نے فرمایا، پھر ایسا ہی ہوگا۔ صحیحین ہی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رحم (خونی رشتوں کا سارا سلسلہ) عرش کے ساتھ چمٹا ہوا ہے اور یہ کہتا ہے: جس نے میرے تعلق کو جوڑ کر رکھا اللہ اس کے ساتھ تعلق جوڑے گا اور جس نے میرے تعلق کو توڑ دیا اللہ تعالیٰ اس سے تعلق توڑے گا۔

۴۔ اچھے اخلاق اور پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک عمر میں برکت کا ذریعہ ہے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صلہ رحمی، حسن اخلاق اور پڑوسی سے اچھا سلوک کرنے (جیسے امور خیر) گھروں (اور قبیلوں) کو آباد کرتے ہیں اور عمروں میں اضافہ کرتے ہیں۔ (احمد) حسن اخلاق کے ذریعہ بندہ دن کا روزہ رکھنے والے اور رات کو قیام کرنے والے کا ثواب حاصل کر لیتا ہے۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک مومن اپنے اچھے اخلاق کے ذریعہ روزے دار اور تہجد گزار کا مرتبہ حاصل کر لیتا ہے۔ (ابوداؤد، حاکم)

۵۔ ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ: یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں کہ آدمی کو رشتوں کی ڈور سے ماں باپ ہی باندھتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے صلہ رحمی کو رزق میں کشادگی اور عمر میں برکت کا ذریعہ بنایا ہے تو ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا کیوں نہیں ہوگا؟

۶۔ دعا: دعا سے عمر لمبی اور عمل اچھا ہو جاتا ہے۔ صحیح حدیث میں کہ اللہ کے رسول

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دعا کے علاوہ اور کوئی چیز تقدیر کو نہیں ٹالتی ہے اور نیکی کے سوا کوئی چیز عمر میں اضافہ نہیں کرتی ہے۔ (ترمذی)

۷۔مبارک اوقات جن میں عمل کا ثواب بڑھ جاتا ہے ان کو غنیمت جاننا:

☆ان اوقات میں آخری تہائی رات ہے۔حضرت عنبسہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرمار ہے تھے: اللہ تعالیٰ بندوں کے سب سے زیادہ قریب رات کے آخری حصہ میں ہوتا ہے، اگر تم اس وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والوں میں ہو سکتے ہو تو ہو جاؤ۔ (ابوداؤد، ترمذی)

اس وقت کی یہ برکت ہے کہ اس میں عبادت کا کئی گنا ثواب ملتا ہے۔تھوڑا کیا تو غفلت کا لیبل ہٹ جاتا ہے، درمیانہ کیا تو قنوت سے ملبوس ہو جاتا ہے اور زیادہ کیا تو بھاری بھرکم اجر کا مستحق بن جاتا ہے۔جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص دس آیتوں (کی تلاوت) کے ساتھ قیام اللیل کرے گا وہ غافلوں میں نہیں لکھا جائے گا، جو سو آیتوں (کی تلاوت) کے ساتھ قیام کرے گا وہ عابدوں میں لکھا جائے گا، اور جو ایک ہزار آیتوں (کی تلاوت) کے ساتھ قیام کرے گا وہ بے انتہا ثواب جمع کرنے والوں میں لکھا جائے گا۔ (ابوداؤد)

☆جمعہ کا دن۔آداب ومستحبات جمعہ کی پابندی کرنے والے کو ملنے والے زبردست اجر وثواب جن میں جلدی مسجد جانا بھی شامل ہے غور کریں کہ کس قدر عظیم ہے۔حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے جمعہ کے دن غسل کیا اور غسل کرایا، اور سویرے پہنچا، شروع سے خطبہ میں شریک رہا، امام کے قریب بیٹھا اور غور سے خطبہ سنا اور خاموش رہا تو اسے اس کے ہر قدم کے بدلے ایک سال کے روزے اور رات کے قیام کا ثواب ملے گا۔ (احمد، ترمذی)

☆ماہ رمضان۔کیونکہ اس میں اجر وثواب کئی گنا ہو جاتا ہے خاص طور پر شب قدر میں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ (القدر:۳) ترجمہ: شب قدر ہزار مہینے سے بہتر ہے۔یعنی تقریبا تراسی سال کی عبادت سے افضل ہے۔

☆ماہ ذی الحجہ کے شروع کے دس دن۔ان دس دنوں میں وقت کی فضیلت اور عمل کی فضیلت دونوں جمع ہو جاتی ہیں۔یہ دن بھی افضل ہیں اور ان کے اندر کیا گیا نیک عمل بھی افضل ہے۔

☆ہر ماہ دس دن کے روزے۔کیونکہ یہ سدا کے روزوں کے برابر ہیں۔جیسا کہ حدیث میں ہے: جس نے ہر ماہ تین دن کے روزے رکھے گویا اس نے سدا روزے رکھے۔

☆چاشت کا وقت۔چاشت کی نماز کے فضائل میں سے ہے کہ اس کا عمل تھوڑا اور ثواب بڑا ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہم روانہ کی جس میں بہت سارا مال غنیمت ہاتھ لگا اور وہ لوگ جلدی واپس بھی آگئے۔ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے کبھی بھی کوئی ایسی مہم نہیں دیکھی جو اتنی جلدی واپس آ گئی ہو، جسے اتنا زیادہ مال غنیمت ملا ہو جتنا اس مہم کو ملا ہے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں اس مہم سے زیادہ تیزی سے واپس آنے اور زیادہ مال غنیمت حاصل کرنے کے بارے میں بتاؤں؟ ایک شخص اپنے گھر میں اچھی طرح وضو کرے پھر وہ مسجد جائے وہاں صبح کی نماز ادا کرے پھر اس کے بعد (وہ وہیں بیٹھا رہے اور پھر) چاشت کی نماز ادا کرے تو وہ شخص جلدی بھی واپس آ جاتا ہے اور اسے زیادہ مال غنیمت بھی حاصل ہوتا ہے۔ (صحیح ابن حبان)

☆مبارک مقامات میں عبادت: مکہ اور مدینہ میں نماز ادا کرنے کی وجہ سے ہماری چھوٹی عمروں میں برکت ہو جاتی ہے۔جیسا کہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری مسجد میں ایک نماز پڑھنی دوسری مسجدوں میں ہزار نماز پڑھنے سے افضل ہے سوائے مسجد حرام کے، اور مسجد حرام میں ایک نماز پڑھنی دوسری مسجدوں کی ایک لاکھ نماز سے افضل ہے۔ (ابن ماجہ)

غور کیجیے حرم میں پڑھی گئی ایک نماز پچپن سال کی نماز کے برابر ہو جاتی ہے۔

☆مسجد میں باجماعت نماز کی ادائیگی۔اس کی بڑی فضیلت ہے۔جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جماعت کے ادا کی گئی نماز اکیلے کی نماز سے ستائیس درجہ افضل ہے۔ (بخاری ومسلم)

۹۔لمبی عمر کرنے والے اعمال کے موقعہ کو غنیمت جانیں۔جن اعمال سے عمر میں برکت ہوتی ہے وہ کئی قسم کے ہیں:

اول: اللہ عزوجل کا ذکر کیونکہ یہ نیکیوں کا سمندر ہے۔ذکر اللہ کی کئی قسمیں ہیں جیسے تسبیح (اللہ کی پاکی بیان کرنا) حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے تو آپ نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی اس بات سے عاجز ونا کام رہے گا کہ ایک دن میں ہزار نیکیاں کمائے؟ آپ کے ہمنشینوں میں سے ایک پوچھنے والے نے پوچھا: ہم میں سے کوئی کس طرح ہزار نیکیاں کمائے گا؟ آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی بھی سو مرتبہ تسبیح پڑھے گا (یعنی سبحان اللہ) تو اس کے لیے ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی۔اور اس کی ہزار برائیاں مٹادی جائیں گی۔ (مسلم)

ذکر کی ایک قسم مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کے لیے استغفار ہے۔جیسا کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم سے سنا: آپ فرمارہے تھے: جس نے مومن مردوں اور مؤمن عورتوں کے لیے بخشش کی دعا مانگی، اللہ اس کے ہر مؤمن مرد وعورت کے بدلے ایک نیکی لکھ دیتا ہے۔(طبرانی)

دوم: دعوت الی اللہ۔ جیسا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اسلام میں کسی اچھے کام کی ابتدا کی اور اس کے بعد اس پر عمل ہوتا رہا، اس کے لیے (ہر) عمل کرنے والے (کے اجر) جتنا اجر لکھا جاتا رہے گا اور ان کے ثواب میں سے کچھ بھی کمی نہ ہوگی۔(مسلم)

ذرا غور کیجیے کہ اگر کوئی شخص کسی ایک انسان کی ہدایت کا ذریعہ بن گیا تو اس انسان کی زندگی بھر کی نیکیاں اس کی نیکیوں کے پلڑے میں رکھی جائیں گی۔

سوم: علم سیکھنے اور سکھانے کے لیے مسجدوں میں حاضری۔ جیسا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو صرف اس نیت سے مسجد گیا کہ وہ یا تو بھلائی سیکھے گا یا سکھائے گا تو اس کو ایک مکمل حج کا ثواب ملے گا۔(طبرانی)

چہارم: وہ اعمال جو لمبی عمر اور مؤمن کے اجر وثواب میں زیادتی کا سبب بنتے ہیں۔ ہر قول وعمل جسے بندہ انجام دیتا ہے اس سے اجر وثواب کا امیدوار رہے۔ گرچہ وہ عادات میں سے ہو جیسے سونا، کھانا، پینا، گھر والوں پر خرچ کرنا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار حضرت سعد بن وقاص سے فرمارہے تھے: اور یقین رکھو کہ تم جو کچھ بھی خرچ کروگے اور اس سے مقصود اللہ کی خوشنودی ہوئی تمہیں تو اس پر ثواب ملے گا۔ یہاں تک کہ اگر تم اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ رکھو(تو اس پر بھی ثواب ملے گا)۔(بخاری ومسلم)

پنجم: وہ اعمال جو عمر میں برکت کا سبب بنتے ہیں اور ان کا ثواب عمر ختم ہونے یا عمل رک جانے سے ختم نہیں ہوتا۔ حدیث شریف میں ہے: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ بند ہوجاتا ہے سوائے تین چیزوں کے: ایک صدقہ جاریہ ہے، دوسرا ایسا علم ہے جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں اور تیسرا نیک وصالح اولاد ہے جو اس کے لیے دعا کرے۔(ترمذی)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: مؤمن کو اس کے اعمال اور نیکیوں میں سے اس کے مرنے کے بعد جن چیزوں کا ثواب پہنچتا رہتا ہے وہ یہ ہیں: علم جو اس نے سکھایا اور پھیلایا، نیک اور صالح اولاد جو چھوڑ گیا، وراثت میں قرآن مجید چھوڑ گیا، کوئی مسجد بنا گیا، یا مسافروں کے لیے کوئی مسافر خانہ بنوا دیا، یا کوئی نہر جاری کرگیا، یا زندگی اور صحت وتندرستی کی حالت میں اپنے مال سے کوئی صدقہ نکالا ہو، تو اس کا ثواب اس کے مرنے کے بعد بھی اسے ملتا رہے گا۔(ابن ماجہ)

۱۰۔ گناہوں سے بچنا۔ کیونکہ یہ برکت کو مٹادیتے ہیں۔ علماء کے اقوال کی روشنی میں اس کے چند اسباب ہیں:

اول: نافرمانی میں جو وقت لگتا ہے، اسے دراصل اطاعت گزاری میں لگنا چاہیے تھا۔ جس نے ایک گھنٹہ نافرمانی میں لگایا تو گویا اس نے اپنی عمر کا ایک گھنٹہ کھودیا۔ اور اتنی مقدار نفع بخش عمر کم کردی۔ گناہ میں جتنا وقت لگتا ہے اتنی مقدار فرماں برداری کا وقت کم ہوجاتا ہے۔ جب بندہ قیامت کے دن آئے گا اور اس وقت کا حساب لیا جائے گا تو سمجھ میں آئے گا کہ وقت برباد ہوگیا۔

دوم: گناہ گناہ کو دعوت دیتا ہے۔ جیسا کہ بعض سلف کا قول ہے: گناہ کی سزا اس کے بعد مزید گناہ کا ارتکاب ہے۔

سوم: نافرمانی اور گناہ توبہ کے ارادے کو کمزور کردیتا ہے۔ کیونکہ گناہ کا بوجھ جب گناہگار کے دل پر بڑھ جاتا ہے تو زنگ اور میل کچیل سے وہ بند ہوجاتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَى قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ (المطففین:۱۴) ترجمہ: ''یوں نہیں بلکہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال کی وجہ سے زنگ (چڑھ گیا) ہے۔''

امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس سے مراد گناہ پر گناہ ہے جو دل کو اندھا کردیتا ہے۔

چہارم: گناہ فرماں برداری کے ثواب کو کھاجاتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ ایک بندہ لمبے زمانے تک نیکی کے کام کرتا رہتا ہے اور چاہتا ہے کہ قبولیت وخوشنودی کے تمام اسباب وذرائع کو کام میں لے آئے۔ اور اللہ تعالیٰ انہیں شرف قبولیت بخش دے۔ پھر جب قیامت کا دن آئے گا اور اپنی نیکیوں کا ثواب دوسروں کے پلڑے میں دیکھے گا کیونکہ اس نے حقوق العباد سے متعلق نافرمانیاں کی ہوں گی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان لوگوں کے زمرے میں شامل کردے جن کی عمر میں برکت اور اعمال نیک ہوئے اور خاتمہ بالخیر فرمائے۔ آمین

☆☆☆

مولانا اسعد اعظمی / بنارس

جہاد سے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ

یوں تو اسلام کی شبیہ بگاڑنے اور اس کی صورت مسخ کرنے کی خاطر اعدائے اسلام نے ہر زمانے میں اس کی طرف ایسی ایسی باتوں کا انتساب کیا جن کا اس سے ادنیٰ تعلق بھی نہیں ہے۔ مگر عصر حاضر میں اسلام دشمن عناصر نے اپنی اسلام مخالف سرگرمیوں کو تیز کردیا ہے اور ''الكفر ملة واحدة'' کے مصداق پورے اتحاد اور تنظیم کے ساتھ حملہ شروع کردیا ہے، اور اس عالم رنگ وبو میں رونما ہونے والے ہر منفی اور ناپسندیدہ واقعے کا اسلام سے تعلق ثابت کرنے میں انتہائی بے حیائی کا مظاہرہ کررہے ہیں۔ ان مسائل وامور کی فہرست تو بڑی طویل ہے جن کے تعلق سے وہ اسلام کو بدنام کرنے کی سعی مذموم کرتے رہتے ہیں، مگر ان میں سرفہرست مسئلہ جہاد کا ہے۔ انھوں نے اسلام کے جہادی تصور کو اپنی عیاری اور مکاری سے بڑھا چڑھا کر پیش کیا ہے کہ گویا اسلام صرف اور صرف جہاد اور قتل وغارت گری سے عبارت ہے، اسلام دیگر اقوام وملل کو لائق گردن زنی قرار دیتا ہے اور اس سرزمین پر انہیں زندہ رہنے کا اہل نہیں سمجھتا، قرآن اور اسلام کی ساری تعلیمات ایک مسلمان کو یہی سکھاتی ہیں کہ جہاں کہیں کسی غیر مسلم کو پاؤ تہ تیغ کردو، اس کے ساتھ ہر قسم کا ظلم وتشدد روا رکھو، وہ کسی قسم کی ہمدردی یا حسن سلوک کا مستحق نہیں۔ الغرض اس قسم کی بہت ساری باتیں صراحۃً یا اشارۃً نہ صرف کہی جاتی ہیں بلکہ دن رات مختلف اسالیب ووسائل سے ان کا پرچار کیا جاتا ہے اور لوگوں کے ذہنوں کو مسموم کیا جاتا ہے۔

اس سلسلے میں کچھ عرض کرنے سے پہلے یہ واضح کردینا ضروری ہے کہ اسلام کو بدنام کرنے کا یہ حربہ کوئی نیا نہیں ہے، یہ شراب بہت پرانی ہے جسے نئی بوتل میں پیش کیا جارہا ہے۔ اکثر وبیشتر انبیاء کی دعوتوں کو اس ذریعے سے مطعون کرنے کی کوشش کی جاچکی ہے اور نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے وقت سے لے کر اب تک یہ بات کسی نہ کسی انداز میں مسلسل اٹھائی جاتی رہی ہے اور نہ جانے کب تک اٹھاتی جاتی رہے گی۔ یہ بھی وضاحت ضروری ہے کہ اس موضوع پر بہت کچھ کہا اور لکھا جاچکا ہے اور اس الزام کا ہر پہلو سے جائزہ لے کر مدلل اور مسکت جواب پیش کیا جاچکا ہے۔ علماء ومفکرین اس سلسلے میں اپنا فریضہ انجام دے چکے ہیں۔ لیکن باطل پرستوں کی مسلسل یورش اور شبانہ روز کوششوں کے مقابل اہل حق کی جوابی اور ایجابی کوششیں بڑی ہی متواضع اور محدود دکھائی پڑتی ہیں، نتیجتاً بدگمانیوں اور غلط فہمیوں میں مسلسل اضافہ ہوتا جارہا ہے لہٰذا ارباب حل وعقد کو اس نقطہ پر سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔

زیر نظر مضمون میں اس الزام کی حقیقت کو بے نقاب کرنے کے لیے اسلامی تعلیمات وہدایات کے اولین مخاطب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی تعلیمات وہدایات کو عملی جامہ پہنانے والی صحابہ کرامؓ کی مقدس جماعت کے عمل سے استدلال کیا گیا ہے جس کے بارے میں پوری دنیا کا اتفاق ہے کہ مجموعی طور پر اسلامی احکام وقوانین کو عملی شکل دینے کے باب میں اس جماعت کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ اس جماعت کے جذبۂ عمل کا اندازہ اس کے ایک فرد کے اس بیان سے لگایا جاسکتا ہے کہ: ''ہم میں کا کوئی فرد جب دس آیتیں سیکھ لیتا تو اس وقت تک آگے نہ بڑھتا جب تک کہ ان کے معانی ومفہوم کو سمجھ کر ان پر عمل پیرا نہ ہوجائے۔'' (ابن جریر عن ابن مسعودؓ)

ان نفوس قدسیہ کے بارے میں ہرگز یہ نہیں سوچا جاسکتا کہ اسلام کے کسی حکم یا ہدایت پر عمل کرنے میں سستی یا کوتاہی سے کام لیا ہوگا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ جہاد کے بارے میں قرآنی آیات اور اس سلسلے میں اسلام کی دیگر ہدایات پر ان کا عمل کیسا تھا، کیا وہ ہمیشہ ننگی تلواریں لیے گھومتے رہتے تھے اور ہر غیر مسلم کا سر قلم کرتے چلے جاتے تھے؟ کیا ان کے زمانہ میں مکہ، مدینہ اور پورے جزیرۂ عرب میں کوئی بھی غیر مسلم نہ بچا تھا، سب کے سب تہ تیغ کردیے گئے تھے؟ آج دنیا کے سامنے اسلامی جہاد کا جو تصور پیش کرنے کی کوشش کی جارہی ہے اس کی رو سے ایسا ہی کچھ ہونا چاہیے تھا۔

اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے ساتھیوں اور ماننے والوں کو ساتھ لے کر دس سالہ مدنی دور میں (واضح رہے کہ جہاد کی مشروعیت مدینہ ہجرت کرنے کے بعد ہی ہوئی تھی) اپنے مخالفین پر جہادی حکم کی تنفیذ کرتے ہوئے کل کتنے لوگوں کو موت کا جام پلایا، اس تجزیے کے وقت وہ پس منظر اور ماحول بھی سامنے رکھنا ہوگا جس سے نئے مسلمان گذر رہے تھے، لا الہ الا اللہ کا اقرار کرنے والوں کی زندگی اجیرن کردی گئی تھی، ایذا رسانی اور ظلم وعدوان کی وہ کون سی شکل تھی جو ان کے ساتھ روا نہ رکھی گئی ہو، یہ تمام تفصیلات تاریخ کے اوراق میں ہمیشہ کے لیے ثبت ہوچکی ہیں۔

اللہ کی مشیت سے مسلمانوں کی تعداد دن بدن بڑھتی جارہی تھی اور ان کی قوت وشوکت میں برابر اضافہ ہورہا تھا۔ دوسری طرف مخالفین مغلوب اور کمزور پڑتے جارہے تھے، مسلمان اگر چاہتے تو اپنی قوت وشوکت اور دشمنوں کی مغلوبیت و

مقہوریت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے قتل عام کا بازار گرم کردیتے اور اپنے ساتھ ہوئی ظلم وزیادتی اور جبر وتشدد کی انتقامی کارروائی میں سرزمین عرب کو لالہ زار کردیتے۔ مگر ایسا کچھ نہ ہوا، اس پورے دس سالہ عہد میں مسلمانوں کا ان کے مخالفین کے ساتھ جو بھی مسلح یا غیر مسلح ٹکراؤ ہوا اس کی تمام تفصیلات وجزئیات کتب سیرت اور تاریخ میں مرقوم ہیں۔ مشہور سیرت نگار علامہ قاضی سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''رحمۃ للعالمین'' کی جلد ثانی میں ص: ۱۸۳ تا ۲۳۴ اس کا تفصیلی جائزہ لیا ہے۔ سب سے پہلے قاضی صاحب نے عہد نبوی کے تمام غزوات وسرایا کا ایک تفصیلی نقشہ پیش کیا ہے جس میں درج ذیل کالموں کے تحت معلومات مندرج کی ہیں:

غزوہ یا سریہ کا نام مع تاریخ

لشکر اسلام کی تعداد مع نام سردار

لشکر دشمن کی تعداد مع نام سردار

مسلمانوں کا نقصان

زخمی یا اسیر / شہید

دشمن کا نقصان

زخمی یا اسیر / مقتول

نتیجہ

کیفیت

ان تمام چھوٹے بڑے غزوات وسرایا کی تعداد مصنف علیہ الرحمۃ نے ۸۲ تک پہنچائی ہے، لیکن اس نقشہ کو پیش کرنے سے قبل ہی مصنف نے یہ واضح کردیا ہے کہ:

''افسوس ہے کہ مسلمانوں کی ہر ایک کوشش کا نام (جوانھوں نے جنگ سے بچنے کے لیے کی) لوگوں نے جنگ رکھ لیا ہے، یہ لوگ نہ واقعہ کی علت دریافت کرتے ہیں نہ مسلمانوں کے مدعا کی تلاش، نہ مسلمانوں کے افعال کا تفحص، اور پھر جلدی سے اپنی رائے بھی قائم کرلیتے ہیں، اسی غلطی کا نتیجہ یہ بھی ہوا کہ بے خبر مسلمان بھی سمجھنے لگے کہ مسلمانوں کی ہر ایک نقل وحرکت جنگ ہی کے لیے تھی۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ قدیم سے قدیم مسلمان مؤرخین نے اس نقل وحرکت کا نام غزوات وسرایا ہی رکھا ہے لیکن یہ زمانہ حال کی خوش فہمی ہوگی کہ غزوات وسرایا کے الفاظ کو جنگ کا مترادف سمجھا جائے حالاں کہ ان کے لغوی معنی قصد اور سیر کے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ متقدمین رحمہم اللہ تعالیٰ نے ہر ایک قسم کی نقل وحرکت کو دو قسموں میں منقسم کیا تھا:

الف: وہ نقل وحرکت جو نبی ﷺ نے فرمائی ہو اس کا نام ''غزوہ'' ہے۔ غزوہ کی تعداد امام بخاری رحمہ اللہ نے بروایت زید بن ارقم ۱۹ بیان کی ہے۔ (صحیح بخاری باب مرض النبی ﷺ)

ب: وہ نقل وحرکت جو کسی مسلمان نے (ایک ہو یا ایک سے زائد) کی ہو اس کا نام ''سریہ'' ہے۔ (رحمۃ للعالمین: ۱۸۴/۲-۱۸۵)

غزوات وسرایا کی فہرست پیش کرنے کے بعد مصنف نے ان کا تفصیلی تجزیہ کیا ہے اور ہر واقعے کی نوعیت، منظر اور پس منظر، مقابلے میں شریک قبائل، وغیرہ وغیرہ تفصیلات کا ذکر کیا ہے۔ اسی تجزیے میں مصنف لکھتے ہیں:

''تفصیلات بالا سے ایک تحقیق پسند دوست سمجھ سکے گا کہ عنوان غزوات وسرایا کے تحت صرف لڑائیاں ہی درج نہیں کی گئیں، بلکہ نبی ﷺ یا مسلمانوں کا ہر قسم کا سفر درج ہے۔ ہم اس نقشہ کے اندر اگر اصلی لڑائیوں کا انتخاب کرنے لگیں تو ان کا شمار بہت کم نکلے گا۔

بدر، احد، غزوہ احزاب، خیبر، فتح مکہ، غزوہ حنین بے شک لڑائیاں ہیں مگر نقشہ میں ان کی تعداد بڑھانے کی سعی کی گئی ہے۔

مثلاً غزوہ حمراء الاسد کو غزوہ احد سے علیحدہ شمار کیا گیا ہے، حالاں کہ احد پہلے دن کی لڑائی کا نام ہے اور حمراء الاسد دوسرے دن کے تعاقب یا تجسس دشمن کا، پھر اس کا شمار علیحدہ کیوں کر ہوسکتا تھا۔''

اس کے بعد مصنف لکھتے ہیں:

''میں چاہتا ہوں کہ جملہ غزوات وسرایا کو ان کے مناسب عنوانات کے تحت میں درج کردوں تا کہ ناظرین کتاب میرے مدعا کو بخوبی ذہن نشین فرمالیں:

اول: تکمیل معاہدات وتبلیغ اسلام ومواعظ کے لیے سفر۔

دوم: حملہ آور دشمن کے احوال کی دریافت۔

سوم: گرد آوری تا سرحد حملہ آوراں، جس کا مقصد دشمن کو مرعوب کرکے اس کو حملہ آوری سے روکنا تھا۔

چہارم: سزادہی گروہ ڈکیتی پیشگان۔

پنجم: تعاقب ڈکیتیاں

ششم: معاہد اقوام کی جانب سے بغاوت اور غدر اور بلوے اور ان کے انجام۔

ہفتم: غلط فہمیاں

ہشتم: بت شکنی

نہم: جنگ

دہم: تعاقب دشمناں

یازدہم: لوکل یا پرسنل واقعات مقامی یا شخصی۔'' اھ۔

واضح رہے کہ ہر عنوان کے بعد مصنف نے اس کے تحت مندرج ہونے والے غزوات وسرایا کے نام بھی ذکر کیے ہیں مگر اختصار کے پیش نظر ہم نے اسے ترک کر دیا ہے۔

اس کے بعد مصنف نے ان قبائل کی فہرست درج کی ہے جن کے ساتھ یہ غزوات یا سرایا پیش آئے، پھر ان کی وجوہات پر روشنی ڈالی ہے۔

ان تمام تفصیلات و جزئیات کو پیش کر کے مصنف نے جو نتیجہ نکالا ہے اسے بالتفصیل انھیں کے الفاظ میں پڑھیے، مصنف علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں:

''ان قبائل کے فریق جنگ بن جانے کے بعد ایک محقق کے لیے پوری پوری وجہ منکشف ہو جاتی ہے کہ کیوں فلاں فلاں قبائل کی سرحد پر مسلمانوں نے مظاہرہ کیا یا کیوں فلاں قبیلے کے شخص کی گرفتاری عمل میں آئی، جنگ خیبر ومکہ وحنین وطائف کے بواعث بھی اسے معلوم ہو جائیں گے، کیوں کہ یہ وہی قبائل ہیں جو احد اور خندق میں مسلمانوں پر حملہ آور ہو چکے تھے۔ غرض کوئی ایسا قبیلہ یا گروہ نہیں کہ مسلمانوں نے اس پر حملہ کرنے میں ابتدا کی ہو، بلکہ جب متعدد بار اس نے حملے کیے تب اس کا انہوں نے جواب دیا۔

ان سب انکشافات کے بعد ممکن ہے کہ معترض اپنے اعتراض کو ختم کر چکا ہو، مگر ہنوز اس کے سینہ میں شکوک موجود ہوں تو میں اس سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ نقشہ کے تمام نمبروں کو جو ۸۲ ہیں لڑائیاں ہی سمجھ لو اور ہر لڑائی کو جارحانہ ہی تسلیم کر لو اور مان لو کہ سب لڑائیوں کا آغاز اور اقدام مسلمانوں ہی کی جانب سے ہوا تھا، پھر بھی لڑائیوں کے نتائج پر غور کرنا ضروری ہوگا، ہمارے پیش کردہ نقشہ سے ظاہر ہے کہ ان سب لڑائیوں میں مسلمانوں اور فریق مخالف کا نقصان حسب ذیل تھا:

نام فریق	اسیر	زخمی	مقتول	کل	کیفیت
مسلمان	۱	۱۲۷	۲۵۹	۳۸۷	ہر دو جانب کے زخمیوں کی تعداد صحیح نہیں ہے
مخالف	۶۵۶۴		۷۵۹	۷۳۲۳	
میزان	۶۵۶۵	۱۲۷	۱۰۱۸	۷۷۱۰	اسیروں اور مقتولوں کی تعداد ان شاء اللہ صحیح ہے

مقتولین ہر جانب کی تعداد (۱۰۱۸) ہے، اور (۸۲) پر تقسیم کرنے سے فی جنگ ۱۲ سے کم ($۱۱\frac{۸}{۴۱}$) اوسط نکلتا ہے، کیا ایسی لڑائیوں کی نسبت کوئی ذی عقل یہ قرار دے سکتا ہے کہ صدہا سالہ مذاہب کے ترک کرانے اور نئے مذہب کے بہ جبر قبلوانے کے لیے اور وہ بھی عرب جیسے خونخوار ملک میں یہ کافی مؤثر تھیں؟

دشمنوں کی تعداد اسیران کافی معلوم ہوتی ہے یعنی ۶۵۶۴، مگر یہ تعداد بھی جزیرہ عرب کی وسعت کے مقابلہ میں ہیچ ہے اور چوں کہ اس تعداد کے اندر بڑی تعداد (۶۰۰۰) ایک ہی غزوہ حنین کی ہے، اس لیے باقی جنگوں میں اوسط اسیران جنگ (۷) رہتا ہے، یہ تعداد بھی ایسی نہیں ہے جو تمام ملک کو تبدیلی مذہب پر مجبور کر سکے۔

ہمیں ۶۵۶۴ قیدیوں کی تعداد کے متعلق یہ تحقیق ہو گیا ہے کہ ۶۳۴۷ کو نبی اکرم ﷺ نے از راہ لطف واحسان بلا کسی شرط کے آزاد فرما دیا تھا، صرف دو قیدی ایسے تھے جو سابقہ جرائم کے پیش نظر قتل کیے گئے تھے، ۲۱۵ قیدی ایسے رہ جاتے ہیں جن کی بابت مجھے پتہ نہیں چلا، امید ہے کہ میرے بعد کوئی وسیع النظر عالم اس کی تکمیل فرما سکیں گے، مگر میں متیقن ہوں کہ جس ذات عالی نے ۶۳۴۷ کے ساتھ لطف و احسان فرمایا تھا اس کے الطاف سے ۲۱۵ کس بھی ضرور بہرہ ور ہوئے ہوں گے اور اغلب یہ ہے کہ یہ لوگ مسلمان ہو کر مسلمانوں کے اندر رہ گئے ہوں گے اس لیے ان کا شمار رہائی پانے والوں میں نہیں ہوا۔

اعداد بالا سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وحشی عرب کو متدین عرب اور ملحد وبت پرست عرب کو موحد ومسلم عرب بنانے، ڈکیتی وخوں خواری کی وارداتوں کو روکنے، فرانس سے دو چند بڑے ملک میں امن عامہ کو قائم اور مستحکم بنانے، صدیوں اور نسلوں کی عداوت و مخاصمت کو مٹا کر اخوت وروحانیت قائم کرنے، استبدادیت کو فنا کر کے جمہوریت کے استوار کرنے میں (۱۰۱۸) نفوس کی قربانیاں کی گئیں، اس کے مقابلہ میں فرانس اور امریکہ کو جمہوریت قائم کرنے میں جس قدر قربانیاں کرنی پڑیں، انگلستان کو پارلیمنٹ کے لینے میں جتنے خون بہانے پڑے ان کا شمار کرو۔

زمانہ حال کے ملحمۃ العظمیٰ (عظیم ترین جنگ جو ۱۴/اگست ۱۹۱۴ء سے شروع ہو کر تاریخ ۳/مارچ ۱۹۱۷ء متمدن دنیا کے حصہ کثیر پر جاری رہی ہے) کے نقصانات کو دیکھو، انگلستان کا مقصد اس جنگ میں صرف اتنا ہی بتایا گیا ہے کہ چھوٹی سلطنتوں کی آزادی اور حفاظت کو برقرار رکھا جائے، صرف اتنے سے مقصد کے لیے لاکھوں نفوس اور اربوں اشرفیوں کو خاک وخون میں ملا دیا گیا ہے۔ سیکڑوں جہاز سمندر میں غرق ہو چکے ہیں، تجارت عالم مخدوش ہو گئی ہے، عیش وآرام کے سب سامان تباہ ہو چکے ہیں۔ بایں ہمہ امید حصول مقصد آئندہ قربانیوں کے واسطے انگلش قوم پوری مستعدی سے آمادہ ہے۔[1]

خیال کرو سیدنا محمد ﷺ کی کامیابیوں کا جنھوں نے فریقین کی صرف (۱۰۱۸) قربانیوں کے بعد اس قدر روحانی واخلاقی و مادی وملی فوائد حاصل کیے تھے جن کو بحیثیت مجموعی آج تک دنیا کی کوئی قوم اور ملک حاصل نہیں کر سکا۔

(بقیہ صفحہ ۲۸ پر)

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

مولانا فضل اللہ انصاری سلفی، بھوارہ

سگِ اصحابِ کہف؛ سبق حرف بہ حرف

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی مختلف سورتوں میں جو بہتیرے واقعات وقصص بیان کئے ہیں، ان کے اندر صرف کسی متعلقہ شخص افراد، نبی اور انبیاء و رسل علیہم السلام کی ذات کو محیط باتیں ہی نہیں ہیں، بلکہ ان کے ضمن میں اور بھی ساری چیزیں، درس و عبرت اور پندار و سبق نکات اور مختلف قسم کی کارآمد، سودمند ومفید علمی و دینی باتیں پڑھنے کو ملتی ہیں۔

ایسی سورتوں میں مشہور سورۂ کہف بھی ہے، جس میں بنیادی طور پہ چندان توحید پرست جوانوں کا ذکر ہے، جو اس وقت کے دقیانوس نامی عیسائی بادشاہ کی زیادتی سے تنگ آکر غارِ توحید میں جا کے پناہ لی تھی اور اللہ کریم نے ان کو حفاظت میں لیتے ہوئے تین سو سے زائد (۳۰۹) سال کے عرصے تک نیند کی آغوش میں کر دیا۔ اس غار کے اندر جاتے ہی، ان جوانوں نے دعاء کی، رَبَّنَا آتِنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً وَهَيِّءْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَداً (کہف/۱۰) اے ہمارے رب! ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما اور ہمارے لیے ہمارے معاملے میں ہدایت (راہ یابی) کے سامان کر۔ اسی دعاء کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اس غار کے اندر ان کی ایسی حفاظت فرمائی کہ دنیا کی تاریخ میں ایسا واقعہ کبھی پیش نہ آیا تھا اور اللہ جانے کہ کبھی پیش بھی آئے۔ یعنی ان کو تین سو سال سے بیشی عرصے تک سلا دیا، جہاں غار کے منہ پر ایک کتا کو ایسے بیٹھا دیا، جیسے اس آیت میں بیان ہوا ہے، وَكَلْبُهُم بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَاراً وَلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبا (کہف/۱۸) بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ اور ان کا کتا غار کے دہانے (یا چوکھٹ) پر اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے تھا۔

شیخ علی الفیفی تحریر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان جوانوں کے کتے کا ذکر کیا، جب کہ وہ جانور (وہ بھی نجس) مگر اس ظالم بادشاہ کا ذکر نہیں، جو ان کا دشمن تھا۔ اس لیئے حق کا پیروکار بنیں، اللہ کریم شرف عطا کرے گا، باطل کا معاون نہیں بنیں۔

اس بات کی تائید میں شیخ نائف الفیصل بیان کرتے ہیں: جو اہلِ خیر کی صحبت میں رہے گا تو ان کی برکت اسے ملے گی، دیکھئے اس کتے کو اصحاب کہف اہلِ خیر لوگوں کی صحبت میں رہا تو اس کو یہ برکت ملی کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ان کا ذکر کیا، یہ کم بڑی بات نہیں کہ قرآن مجید کے اندر اللہ تعالیٰ نے نیک صحبت میں رہنے کے سبب کتا جیسے جانور کا تو ذکر کیا، حافظ ابن کثیر کے مطابق و هذا فائدة صحبة الاخيار فانه صار لهذاالكلب ذكر وخبر وشان۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص/۸۲) یہ اخیار/ صالحین کی صحبت کا فائدہ ہے جو کتے کا ذکر، اس کی خبر اور شان بنی۔ لیکن اس رذیل خسیس اور ظالم حکمراں کا ذکر نہیں کیا، جب کہ وہ انسان تھا۔ انسان کی فکر اور کردار وعمل کی صالحیت کسی کو بلندی پر پہنچاتی ہے تو اس کی خباثت کسی کو اتنی ہی پستی میں لے جاتی ہے۔ اس لئے مال ومنال اور دولت وثروت، طاقت وقوت اور کوئی خاص سماجی اسٹیٹس کچھ کام نہیں آتا، کام آتا تو بری صحبت والے حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کنعان کو کام آتا، جو اپنے نبی باپ کا بیٹا تو تھا، لیکن قرآن مجید کے اندر اسے انه ولد غير صالح (ھود/۶۴) وہ تو غیر صالح اولاد ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر کے اندر متعلقہ آیت: / وہ آپ کے افرادِ خانہ میں سے نہیں/ کے ضمن میں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کا قول نقل کیا ہے، الذين وعدتى بنجاتهم۔ یعنی (اے نوح) یہ ان افراد میں سے نہیں، جن کی نجات کا میں نے تم سے وعدہ کیا ہے۔ شیخ سعدیؒ نے فرمایا: پسرِ نوح بابداں بہ نشست خاندانِ نبوّتش گم شد سگِ اصحابِ کہف روزے چند پئے نیکاں گرفت مردم شد

حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے نے بروں کی صحبت اختیار کی تو اس کی وجہ سے اُس سے نبوّت کا خاندان چھوٹ گیا، اصحابِ کہف کے کتے نے چند روز نیکوں (اولیاء اللہ) کی صحبت اختیار کی تو آدمی (کے کردار والا) بن گیا۔ اس لئے اصحابِ کہف کے اس کتے سے سبق لیتے ہوئے صالح اور نیک صحبت اختیار کرنی چاہئے اور بری صحبت و غلط ہم نشینی سے بچنا چاہئے، کیوں کہ انسان پر سب سے زیادہ اثر اس کے ساتھ نشست و برخواست اور گفت وشنید کرنے والا کا پڑتا ہے اور اسے وہ اس ڈر سے اپنانے کو مجبور ہو جاتا کہ کہیں وہ تنہا نہ ہو جائے، جب کہ خلوت اور تنہائی اس بری صحبت سے بھلی ہے، جس میں انسان کا دین اور اخلاق و کردار برباد ہو جائے لیکن واضح طور پہ جانیے کہ یہ تنہائی بھی تب مضر ہے، جب اس میں عبادت اور تلاوت ذکر واذکار کی سعادت وحلاوت، پڑھنے لکھنے کے کام، ضروری خانگی عمل اور ایسی ہی مشغولیت نہیں ہو، کیوں کہ اس وقت انٹرنیٹ کے ذریعے موبائل کے واسطے سے حاصل کی جانے والی سوشل میڈیائی صحبت بری انسانی صحبت سے بھی زیادہ خطرناک اور برے اثرات ونتائج پیدا کرنے والی ہے لہٰذا یہ نہ تصور کر لیا جائے کہ مطلق تنہائی بری صحبت سے بہتر اور سودمند وکارگر ہے۔

سورہ کہف کے اندر بیان اصحابِ غار کی معیت والے کتے کے تناظر میں یہ شرعی نکتہ بھی دیکھا جا سکتا ہے، جسے حافظ ابن کثیر نے ذکر کیا ہے کہ کتے کو دروازہ (وصید/ چوکھٹ) کے پاس بہ حال کیا گیا تھا، غار کے اندر نہیں، کیوں کہ حدیث کی روشنی میں فرشتے اس گھر کے اندر داخل نہیں ہوتے، جہاں کتا ہو۔ قرآن مجید اسی وجہ سے اپنے اندر غور وفکر کی بار بار دعوت دیتا ہے اور قرآن خواں کو پیغام پیش کرتا ہے کہ اس میں جتنی غواصی کرو گے اتنے ہی گوہر وصدف پاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن کی تلاوت اور اس میں غور وفکر کرنے کی توفیق سے مالا مال کرے آمین ☆☆

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

اسلم رحمانی، جواہر لعل نہرو یونی ورسٹی، نئی دہلی

مولانا شفیع احمد اصلاحیؒ: علم و قلم کا درخشاں چراغ

علم و معرفت کی دنیا میں بعض شخصیات ایسی ہوتی ہیں جن کی پوری زندگی علم کی اشاعت، دین کی خدمت اور اخلاقی اقدار کی ترویج کے لیے وقف ہوتی ہے۔ وہ خود تو فانی دنیا سے رخصت ہو جاتی ہیں مگر ان کی علمی خدمات، ان کا اندازِ فکر، ان کی تحریریں اور ان کے شاگرد رہتی دنیا تک ان کے وجود کا احساس دلاتے رہتے ہیں۔ ایسی ہی ایک ہمہ جہت اور باوقار شخصیت مولانا شفیع احمد اصلاحی رحمہ اللہ علیہ کی تھی، جنہوں نے علم و عمل، درس و تدریس، خطابت و صحافت اور تصنیف و تالیف کے میدان میں گراں قدر نقوش چھوڑے۔ مولانا شفیع احمد اصلاحی کی ولادت 1935ء میں صوبہ بہار کے ضلع مظفر پور کے تھانہ کانٹی کے تاریخی و علمی گاؤں بشن پور میں ایک نہایت معزز اور علمی خانوادے میں ہوئی۔ آپ کے والد گرامی حافظ محمد شعیب ایک باوقار علم دوست اور باصلاحیت مدرس تھے جبکہ آپ کے دادا حافظ محمد حنیف بھی اپنے زمانے کے ممتاز اہل علم میں شمار ہوتے تھے۔ آپ کے پردادا کا نام محمود عالم بن کرامت اللہ تھا۔ اس خانوادے کی دینی و علمی روایت نہایت مضبوط اور تابناک تھی۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا اصلاحی کے گھر کا ماحول بچپن ہی سے علم و دین کی خوشبو سے معطر تھا۔ آپ کے والد اور دادا دونوں تحریک علمائے صادق پور سے وابستہ رہے اور دینی خدمات میں سرگرم عمل رہے۔ اسی ماحول نے مولانا شفیع احمد اصلاحی کی شخصیت کی تعمیر میں بنیادی کردار ادا کیا۔ گھر کا ماحول علمی تھا، بزرگوں کی صحبت میسر تھی اور علم کی قدر و قیمت دلوں میں رچی بسی تھی۔ چنانچہ بچپن ہی سے آپ کے اندر علم حاصل کرنے کا شوق اور دینی خدمات کا جذبہ پیدا ہو گیا۔

مولانا اصلاحی نے اپنی ابتدائی تعلیم اپنے آبائی گاؤں بشن پور میں حاصل کی۔ اس دور میں گاؤں کے دینی ماحول اور بزرگوں کی سرپرستی نے آپ کی فکری و اخلاقی تربیت میں اہم کردار ادا کیا۔ ابتدائی تعلیم کے بعد جب اعلیٰ تعلیم کی جستجو نے آپ کے اندر مزید جوش پیدا کیا تو آپ نے اس زمانے کے ایک ممتاز دینی ادارے مدرسہ اصلاح المسلمین پٹنہ کا رخ کیا۔

مدرسہ اصلاح المسلمین پٹنہ اس زمانے میں علمی و فکری اعتبار سے ایک اہم مرکز کی حیثیت رکھتا تھا۔ یہاں آپ نے نہایت انہماک اور محنت کے ساتھ دینی علوم کی تحصیل کی اور 1955ء میں کامیابی کے ساتھ فراغت حاصل کی۔ مولانا کی ذہانت، شغفِ علم اور غیر معمولی محنت نے اساتذہ کو بھی متاثر کیا۔ فراغت کے بعد بھی آپ کی تشنگیِ علم باقی تھی، چنانچہ مزید علمی ارتقاء کے لیے آپ نے مدرسہ احمدیہ سلفیہ دربھنگہ میں داخلہ لیا اور یہاں بھی صرف ایک سال کے مختصر عرصے میں اعلیٰ درجے کی علمی سند حاصل کر لی۔

تعلیم کی تکمیل کے بعد مولانا شفیع احمد اصلاحی نے تدریسی خدمات کا آغاز کیا۔ آپ نے بہار اور بہار سے باہر متعدد دینی اداروں میں درس و تدریس کا فریضہ انجام دیا۔ آپ کی تدریس کا انداز نہایت دلنشیں، مؤثر اور علمی وقار کا حامل تھا۔ طلبہ آپ کے درس سے صرف معلومات ہی حاصل نہیں کرتے تھے بلکہ علمی ذوق، فکری وسعت اور دینی غیرت بھی اپنے اندر پیدا کرتے تھے۔ اسی دوران تقدیر نے ایک بار پھر انہیں اس درسگاہ کی طرف لوٹنے کا موقع فراہم کیا جس سے ان کی علمی زندگی کی بنیاد وابستہ تھی۔ چنانچہ 1975ء میں ان کے رضاعی بھائی، ممتاز عالمِ دین مولانا عبد السمیع جعفری رحمتہ اللہ علیہ نے نہایت خلوص اور اصرار کے ساتھ انہیں مدرسہ اصلاح المسلمین پٹنہ میں تدریسی خدمات انجام دینے کی دعوت دی۔ یہ دعوت محض ایک رسمی تقاضا نہیں بلکہ ایک علمی اعتماد اور ادارے کی ضرورت کا اظہار تھی۔ مولانا شفیع احمد اصلاحی نے اس پیشکش کو نہایت سنجیدگی اور احساسِ ذمہ داری کے ساتھ قبول کیا اور یوں وہ ایک مرتبہ پھر اس مادرِ علمی سے وابستہ ہو گئے جہاں کبھی وہ خود علم کے متلاشی طالب علم کی حیثیت سے بیٹھا کرتے تھے۔ مدرسہ اصلاح المسلمین پٹنہ میں ان کی واپسی درحقیقت ادارے کے لیے ایک نئے علمی عہد کا آغاز ثابت ہوئی۔ جلد ہی ان کی علمی بصیرت، تدریسی مہارت اور انتظامی صلاحیتوں کو دیکھتے ہوئے انہیں صدر المدرسین کے باوقار منصب پر فائز کیا گیا۔ 1975ء سے لے کر 1991ء تک کا یہ طویل عرصہ مدرسہ اصلاح المسلمین کی تاریخ میں ایک یادگار اور بابرکت دور کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس مدت میں مولانا اصلاحی نے جس اخلاص، محنت اور حکمت کے ساتھ ادارے کی علمی رہنمائی کی وہ اہلِ مدرسہ کے لیے ہمیشہ باعثِ افتخار رہے گی۔ وہ صرف ایک استاد نہیں بلکہ ایک مربی، رہبر اور مشفق بزرگ کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان کی نگاہ صرف نصابی اسباق تک محدود نہ تھی بلکہ وہ طلبہ کی ہمہ جہت تربیت کو تعلیم کا لازمی جز سمجھتے تھے۔ درس کے دوران علمی نکات کی وضاحت کے ساتھ ساتھ وہ اخلاقی اقدار، دینی شعور اور علمی وقار کی ایسی روح بھی منتقل کرتے تھے جو طلبہ کی شخصیت سازی میں بنیادی کردار ادا کرتی تھی۔ مولانا اصلاحی نے اس دوران مدرسے کے علمی معیار کو بلند

کرنے کے لیے سنجیدہ اور مؤثر اقدامات کیے۔ نصاب کی بہتری اور تدریسی نظام کی اصلاح میں انہوں نے گہری دلچسپی لی۔ قدیم و جدید علمی تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے انہوں نے تدریس کے انداز میں ایسی سنجیدگی اور وقار پیدا کیا جس سے درسگاہ کا علمی ماحول مزید پختہ اور فعال ہوگیا۔ ان کی مجلسِ درس میں سنجیدگی، وقار اور علمی انہماک کا ایسا منظر ہوتا تھا جو طلبہ کے دلوں میں علم کی عظمت کا احساس پیدا کرتا تھا۔

طلبہ کی تربیت کے معاملے میں بھی مولانا اصلاحی نہایت حساس اور بیدار مغز تھے۔ وہ طلبہ کو صرف کتابی علم کا حامل نہیں دیکھنا چاہتے تھے بلکہ انہیں صالح کردار، بلند اخلاق اور علمی وقار کا پیکر بنانا چاہتے تھے۔ اسی لیے وہ اکثر طلبہ کی انفرادی رہنمائی کرتے، ان کے مسائل سنتے اور شفقت بھرے انداز میں ان کی اصلاح فرماتے۔ ان کی شخصیت میں شفقتِ پدری اور وقارِ استادی کا ایسا حسین امتزاج تھا جو طلبہ کے دلوں میں غیر معمولی احترام پیدا کرتا تھا۔ یوں ان کے دورِ صدارت میں مدرسہ اصلاح المسلمین پٹنہ کا علمی ماحول نہایت شاداب اور بارآور ہوگیا۔ علم کی محفلیں آباد رہیں، طلبہ میں علمی ذوق پروان چڑھتا رہا اور ادارہ اپنے علاقے میں دینی و علمی مرکز کی حیثیت سے مزید مستحکم ہوتا گیا۔ یہ وہ خدمات ہیں جو مولانا شفیع احمد اصلاحیؒ کے نام کو اس ادارے کی تاریخ میں ہمیشہ زندہ اور تابندہ رکھیں گی۔

مولانا شفیع احمد اصلاحیؒ صرف ایک جید مدرس اور صاحبِ درس عالم ہی نہ تھے بلکہ خطابت کے میدان میں بھی ان کا ایک منفرد اور دل نشیں مقام تھا۔ ان کی تقریر محض الفاظ کا مجموعہ نہیں ہوتی تھی بلکہ علم و فکر کی ایسی بامعنی ترجمانی ہوتی تھی جس میں دل کی حرارت اور ذہن کی بصیرت یکجا نظر آتی تھی۔ جب وہ منبر یا اسٹیج پر جلوہ افروز ہوتے تو ان کی گفتگو میں ایک خاص وقار، سنجیدگی اور تاثیر پیدا ہو جاتی تھی۔ ان کے لب و لہجے میں نہ تصنع ہوتا تھا اور نہ ہی خطیبانہ مبالغہ، بلکہ ایک سادہ مگر پُر اثر اسلوب ہوتا تھا جو براہِ راست سامعین کے دلوں میں اتر جاتا تھا۔

ان کی خطابت کی سب سے نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ وہ علمی گہرائی اور فکری پختگی کے ساتھ گفتگو کرتے تھے۔ قرآن و حدیث کے دلائل، تاریخی شواہد اور عقلی استدلال کو نہایت سلیقے اور ترتیب کے ساتھ پیش کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ان کی تقریریں نہ صرف عوام کے لیے دلنشیں ہوتیں بلکہ اہلِ علم کے لیے بھی باعثِ توجہ اور قابلِ قدر سمجھی جاتی تھیں۔ ان کے بیان میں سلاست و روانی کا ایسا حسن ہوتا تھا کہ سامعین پوری انہماک کے ساتھ ان کی گفتگو سنتے اور دیر تک اس کے اثرات محسوس کرتے رہتے۔

مولانا اصلاحی کی خطابت میں اصلاحِ معاشرہ اور بیداریِ فکر کا جذبہ بھی نمایاں نظر آتا تھا۔ وہ محض معلومات فراہم کرنے والے خطیب نہیں تھے بلکہ اپنے سامعین کے اندر دینی شعور اور اخلاقی بیداری پیدا کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ ان کی گفتگو میں نصیحت کا درد بھی ہوتا تھا اور فکر کی روشنی بھی۔ یہی وجہ تھی کہ جو شخص ایک مرتبہ ان کی تقریر سن لیتا وہ دیر تک اس کے اثر سے باہر نہیں آتا تھا۔

خطابت کے ساتھ ساتھ مولانا اصلاحی کی شخصیت کا ایک اور نہایت روشن پہلو ان کا ادبی ذوق تھا۔ وہ فطری طور پر ادب پسند اور زبان و بیان کے اسرار و رموز سے بخوبی واقف تھے۔ اردو زبان پر انہیں غیر معمولی قدرت حاصل تھی۔ ان کی تحریر میں نہایت سلاست، شستگی اور بامحاورہ انداز پایا جاتا تھا۔ وہ پیچیدہ علمی مضامین کو بھی ایسی سادہ اور دلنشیں زبان میں بیان کرتے تھے کہ قاری کو نہ دشواری محسوس ہوتی اور نہ ہی اکتاہٹ کا احساس ہوتا۔

راقم الحروف کی والدہ محترمہ فرزانہ شفیع رحمہ اللہ علیہا، جو مولانا شفیع احمد اصلاحی کی سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں، اکثر محبت اور عقیدت بھرے انداز میں اپنے والد گرامی کی یادوں کا تذکرہ کیا کرتی تھیں۔ جب کبھی گھر کے ماحول میں ماضی کی باتیں چھڑتیں تو وہ نہایت شوق اور فخر کے ساتھ بتایا کرتیں کہ جب آکاشوانی پٹنہ کے ریڈیو اسٹیشن سے ابا جی (مولانا شفیع احمد اصلاحی) کی تقریر نشر ہونے والی ہوتی تھی تو اس کی خبر سن کر لوگ بڑی بے چینی اور شوق کے ساتھ اس لمحے کا انتظار کیا کرتے تھے۔ وہ بیان کرتیں کہ اس زمانے میں ریڈیو ہر گھر کی اہم ضرورت تو نہیں تھا، مگر جہاں بھی ریڈیو موجود ہوتا وہاں محلے کے لوگ جمع ہو جاتے تھے۔ جیسے ہی اعلان ہوتا کہ اب ابا جی کی تقریر نشر کی جائے گی تو فضا میں ایک خاص خاموشی اور سنجیدگی چھا جاتی تھی۔ لوگ پوری توجہ اور انہماک کے ساتھ ان کی آواز سنتے اور ان کی گفتگو کے ہر جملے کو دل میں محفوظ کر لینے کی کوشش کرتے تھے۔ والدہ محترمہ بتایا کرتیں کہ ان کی آواز میں ایک عجیب تاثیر اور دلنشینی تھی۔ جب وہ بولتے تو سننے والوں کو یوں محسوس ہوتا جیسے کوئی مخلص رہبر نہایت سادگی مگر گہری دانائی کے ساتھ دلوں کو مخاطب کر رہا ہو۔ اسی لیے بہت سے لوگ باقاعدہ اپنے کام کاج اس طرح ترتیب دیتے کہ مولانا اصلاحی کی تقریر سننے سے محروم نہ رہ جائیں۔ والدہ مرحومہ جب یہ واقعات سناتی تھیں تو ان کی آواز میں عقیدت بھی ہوتی تھی اور ایک بیٹی کے دل کی وہ محبت بھی جھلکتی تھی جو اپنے والد کی شخصیت اور خدمات پر فخر محسوس کرتی ہے۔ ان کی ان یادوں سے اندازہ ہوتا تھا کہ مولانا شفیع احمد اصلاحیؒ کی خطابت صرف ایک علمی سرگرمی نہیں تھی بلکہ دلوں کو متاثر کرنے والی ایک ایسی صدا تھی جو اپنے زمانے میں دور دور تک سنی اور محسوس کی جاتی تھی۔

ان کی تقریر کی طرح ان کی تحریر بھی قاری کو اپنے حصار میں لے لیتی تھی، ان کے اسلوبِ تحریر میں علمی سنجیدگی کے ساتھ ساتھ ادبی لطافت بھی نمایاں ہوتی تھی۔ عبارت میں روانی، جملوں میں توازن اور الفاظ کے انتخاب میں ایک خاص نزاکت پائی جاتی تھی۔ ان کی تحریریں پڑھتے ہوئے محسوس ہوتا ہے کہ ایک صاحبِ فکر عالم کے ساتھ ساتھ ایک صاحبِ ذوق ادیب بھی قلم اٹھائے ہوئے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے مضامین صرف معلوماتی نہیں ہوتے تھے بلکہ ادبی لطف اور فکری تازگی بھی اپنے

اندر رکھتے تھے۔ مولانا اصلاحی کا قلم بھی ان کی زبان کی طرح مؤثر اور بیدار مغز تھا۔ وہ جب کسی موضوع پر لکھتے تو اس کے مختلف پہلوؤں کو نہایت غور وفکر کے ساتھ پیش کرتے۔ ان کے مضامین میں تحقیق کا عنصر بھی ہوتا تھا اور اصلاح کا جذبہ بھی۔ اس طرح ان کی تحریریں علمی وقار اور ادبی حسن کا ایک حسین امتزاج بن جاتی تھیں جو قاری کو نہ صرف متاثر کرتی تھیں بلکہ اس کے فکر وشعور کو بھی مہمیز دیتی تھیں۔

صحافت کے میدان میں بھی مولانا اصلاحی نے اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا۔ آپ ایک باصلاحیت قلمکار، انشاء پرداز اور مدیر تھے۔ آپ نے مختلف دینی وعلمی موضوعات پر مضامین تحریر کیے جن میں علمی تحقیق، فکری بصیرت اور ادبی حسن کا حسین امتزاج ملتا ہے۔ ان کی تحریریں قاری کے دل ودماغ پر گہرا اثر چھوڑتی تھیں۔ تصنیف و تالیف کے میدان میں بھی مولانا اصلاحی نے قابل قدر خدمات انجام دیں۔ آپ متعدد اہم کتابوں کے مصنف تھے۔ ان کتابوں میں دینی مسائل کی وضاحت، اسلامی فکر کی ترجمانی اور علمی تحقیق کے روشن نقوش ملتے ہیں۔ آپ کی تصنیفات اہل علم کے لیے علمی سرمایہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ مولانا شفیع احمد اصلاحی کی زندگی کا ایک نہایت خوش آئند پہلو یہ بھی ہے کہ ان کی علمی روایت ان کے خانوادے میں آج بھی زندہ ہے۔ آپ کے فرزند مظفر شفیع اصلاحی اپنے والد کے قائم کردہ ادارہ ''مدرسہ تقویۃ الایمان''، بشن پور، کانٹی، ضلع مظفر پور میں بحیثیت مدرس دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ یہ وہی ادارہ ہے جس کی بنیاد مولانا شفیع احمد اصلاحیؒ نے اپنے علاقے میں دینی تعلیم کے فروغ اور نئی نسل کی تربیت کے لیے رکھی تھی۔ آج جب مظفر شفیع اصلاحی اسی درسگاہ میں علم کی شمع روشن رکھے ہوئے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ باپ کے ہاتھوں جلایا ہوا چراغ بیٹے کے ہاتھوں مزید فروزاں ہو رہا ہے۔ اسی علمی تسلسل کی ایک روشن کڑی مولانا اصلاحی کے پوتے مولانا مجاہد شفیع اصلاحی ہیں جنہوں نے 2024ء میں مدرسہ احمدیہ سلفیہ دربھنگہ سے سندِ عالمیت حاصل کی۔ یہ امر نہایت معنی خیز ہے کہ جس درسگاہ سے کبھی دادا نے علم حاصل کیا تھا، اسی علمی سرچشمے سے پوتا بھی فیضیاب ہو کر میدانِ علم میں قدم رکھ رہا ہے۔ اس طرح اس خانوادے کی علمی روایت ایک خوبصورت تسلسل کے ساتھ آگے بڑھتی ہوئی نظر آتی ہے۔ تاہم اس خانوادے کی تاریخ میں ایک دردناک لمحہ بھی آیا جب مولانا شفیع احمد اصلاحی کی سب سے چھوٹی صاحبزادی اور راقم کی والدہ فرزانہ شفیع 3 مارچ 2026ء کو 55 برس کی عمر میں، اپنے گھر مجھولیا، ڈاکخانہ پارو، ضلع مظفر پور میں اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملیں۔ یہ خبر خاندان کے لیے نہایت صدمہ انگیز ثابت ہوئی۔ ایک عظیم عالم دین کی یادوں سے وابستہ بیٹی کا اس طرح اچانک دنیا سے رخصت ہو جانا اہلِ خانہ کے لیے گہرے غم کا سبب بنا۔ مگر اہل ایمان کا سرمایہ صبر و رضا ہے، اور یہی یقین دلوں کو تسلی دیتا ہے کہ جو اللہ کی امانت تھا وہ اسی کی طرف لوٹ گیا۔ 13 مارچ 2010ء کو یہ مردِ درویش اپنے خالقِ حقیقی سے جاملا۔ آپ کا انتقال اپنے آبائی گاؤں بشن پور میں ہوا اور وہیں سپرد خاک کیے گئے۔ آپ کی وفات سے علمی ودینی حلقوں میں ایک خلا پیدا ہوا جسے پر کرنا آسان نہیں۔ تاہم آپ کی علمی خدمات، آپ کی تحریریں اور آپ کے تربیت یافتہ شاگرد آج بھی آپ کی یاد کو زندہ رکھے ہوئے ہیں۔

مولانا شفیع احمد اصلاحی کی زندگی اس حقیقت کی روشن مثال ہے کہ اخلاص، محنت اور علم دوستی انسان کو کس طرح علمی دنیا میں ممتاز مقام عطا کرتی ہے۔ انہوں نے اپنی پوری زندگی دین کی خدمت، علم کی ترویج اور نسلِ نو کی تربیت کے لیے وقف کر دی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا نام دینی وعلمی تاریخ میں احترام کے ساتھ یاد کیا جاتا رہے گا۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ مولانا اصلاحی کی حیات وخدمات پر سنجیدہ اور تحقیقی کام کیا جائے تاکہ آنے والی نسلیں اس عظیم عالم دین کی علمی میراث سے استفادہ کر سکیں۔ یہی احساسِ ذمہ داری راقم الحروف کے دل میں مدت سے موجزن ہے۔ نانا جان، مولانا شفیع احمد اصلاحی رحمہ اللہ علیہ کی علمی و دینی خدمات کا دائرہ اس قدر وسیع اور متنوع ہے کہ انہیں محض چند سطروں یا مختصر مضامین میں سمیٹنا ممکن نہیں۔ ان کی زندگی درس وتدریس، دعوت واصلاح، خطابت وصحافت اور تصنیف وتالیف کی ایسی ہمہ جہت داستان ہے جو باقاعدہ تحقیق اور تفصیلی مطالعے کی متقاضی ہے۔ اسی احساس کے تحت راقم الحروف گزشتہ کچھ عرصے سے مولانا شفیع احمد اصلاحی کی حیات و خدمات پر ایک جامع، مدلل اور تحقیقی کتاب کی ترتیب وتدوین میں مصروف ہے۔ اس کتاب میں مولانا اصلاحی کی خاندانی روایت، تعلیمی مراحل، علمی اساتذہ، تدریسی خدمات، خطیبانہ کمالات، ادبی ذوق، صحافتی سرگرمیوں اور تصنیفی کارناموں کو نہایت تحقیق اور حوالہ جات کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کے شاگردوں، معاصر اہلِ علم اور متعلقین کے تاثرات، یادداشتیں اور واقعات بھی اس کتاب کا حصہ بنائے جارہے ہیں تاکہ مولانا اصلاحی کی شخصیت کے مختلف پہلو پوری جامعیت کے ساتھ سامنے آسکیں۔ اس تحقیقی کاوش کا مقصد صرف ایک شخصیت کی سوانح مرتب کرنا نہیں بلکہ اس علمی روایت کو محفوظ کرنا بھی ہے جس کی بنیاد مولانا شفیع احمد اصلاحیؒ جیسے اہلِ علم نے اپنی زندگی کی محنت، اخلاص اور قربانیوں سے رکھی تھی۔ امید ہے کہ یہ کتاب نہ صرف مولانا اصلاحی کی علمی خدمات کو خراجِ عقیدت پیش کرے گی بلکہ نئی نسل کے طلبہ اور اہلِ علم کے لیے بھی ایک قیمتی علمی ماخذ ثابت ہوگی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس حقیر کوشش کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور یہ علمی خدمت جلد پایۂ تکمیل تک پہنچ کر منظرِ عام پر آسکے۔ اللہ تعالیٰ مولانا شفیع احمد اصلاحی کی مغفرت فرمائے، ان کے درجات بلند کرے اور ان کی علمی خدمات کو صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین۔

☆☆☆

مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز

فتنوں اور جنگ وجدل کے دور میں کتاب وسنت اور سلف صالح کے فہم وتعامل کی روشنی میں زندگی گزاریں: مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی مجلس عاملہ کا اہم اجلاس بحسن وخوبی اختتام پذیر

ملک وملت اور جماعت وانسانیت سے متعلق امور ومسائل پر غور وخوض

نئی دہلی: ۳؍مئی ۲۰۲۶ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی مجلس عاملہ کا ایک اہم اجلاس ۳؍مئی ۲۰۲۶ء کو اہل حدیث کمپلیکس، اوکھلا، نئی دہلی میں زیر صدارت مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی حفظہ اللہ، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند منعقد ہوا، جس میں ملک کے بیشتر صوبوں سے آئے ہوئے معزز ارکان مجلس عاملہ وذمہ داران صوبائی جمعیات اہل حدیث نے شرکت کی۔ اجلاس کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ اس کے بعد امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے صدارتی خطاب کرتے ہوئے مؤقر اراکین اور ذمہ داران صوبائی جمعیات کو خوش آمدید کہا اور ان کی شرکت پر ان کا صمیم قلب سے شکریہ ادا کیا اور اسلامی فریضہ کے مطابق دعوت الی اللہ، تعلیم وتربیت، خدمت خلق، انسانی بھائی چارہ، اتحاد واتفاق، قومی یکجہتی، پرامن تعایش باہمی اور رفاہی وسماجی کام انجام دینے کی اہمیت وضرورت پر زور دیا۔ اور فتنوں اور جنگ وجدل کے دور میں کتاب وسنت اور سلف صالح کے فہم وتعامل کی روشنی میں زندگی گزارنے کی تلقین کی اور کہا کہ فتنوں کے دور میں دینی بصیرت، انسانی ہمدردی اور آئینی روح کو بروئے کار لائیں اور فتنہ وفساد سے بچیں۔

بعد ازاں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ناظم عمومی مولانا محمد ہارون سنابلی کے ذریعہ گزشتہ اجلاس عاملہ کی کارروائی کی خواندگی عمل میں آئی، جس کی شرکاء اجلاس نے توثیق کی۔ اس کے بعد مرکزی جمعیت کی کارکردگی رپورٹ پیش کی گئی جس پر اراکین نے اطمینان وخوشی کا اظہار کیا۔ اجلاس میں ناظم مالیات الحاج وکیل پرویز نے جمعیت کے آمد وخرچ کے تفصیلی حسابات پیش کیے جس پر مؤقر اراکین نے اعتماد واطمینان کا اظہار کیا۔ مجلس عاملہ کے اجلاس میں ملی، جماعتی وملکی اور عالمی اہم امور ومسائل کے سلسلے میں قرار دادیں اور تجاویز پیش کی گئیں جنہیں ارکان عاملہ نے اتفاق رائے سے منظور کیا۔

مجلس عاملہ کی قرار داد میں عقیدہ توحید کی اہمیت وافادیت، بین المذاہب مکالمہ اور احترام انسانیت کی ضرورت پر زور دینے کے ساتھ سلف کے نقش قدم پر چلنے کی تلقین، مسلکی اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر اتحاد واتفاق کا مظاہرہ کرنے، قومی یکجہتی وفرقہ وارانہ ہم آہنگی کو فروغ دینے کی تلقین کی گئی اور مہنگائی اور حکومتوں سے کالا بازاری پر قابو پانے کی اپیل کی گئی ہے۔ اسی طرح سے دہشت گردانہ حملوں کی مذمت کرنے کے ساتھ قرارداد میں کہا گیا ہے کہ دہشت گردی کا کوئی مذہب نہیں ہوتا اور کسی بھی ناخوشگوار واقعہ کو کسی خاص طبقہ سے وابستہ کرنے کے بجائے قانون کے مطابق کارروائی کی جائے۔

عاملہ کی قرارداد میں کہا گیا ہے کہ موجودہ دور میں عصری تعلیم وتربیت کی اہمیت وضرورت پہلے سے زیادہ ہے اس لئے صاحب ثروت حضرات کو نئی نسل کی معیاری تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دینے، ملک کی مختلف جیلوں میں بند نوجوانوں کے مقدمات کو جلد از جلد نمٹانے اور باعزت بری ہونے والے نوجوانوں کو معاوضہ دینے کی اپیل کی گئی ہے۔ عاملہ کی قرارداد میں کہا گیا ہے کہ اے آئی موجودہ زمانہ کی ایک انتہائی ترقی یافتہ ٹکنالوجی ہے اس سے محدود دائرہ میں استفادہ کے ساتھ محتاط رہنے کی بھی ضرورت ہے۔ اسی طرح سے عصری اسکولوں کے بچوں کے لیے چھٹی کے ایام میں تعلیمی اداروں سے دینی وسماجی مسائل واقدار پر مبنی سمر کیمپ لگانے، اوقاف کے مالکان ومتولیان سے بلا تاخیر رجسٹریشن کارروائی مکمل کرنے کی اپیل کی گئی۔

مجلس عاملہ کی قرارداد میں وطن سے محبت کو دین وایمان کا تقاضہ بتایا گیا اور بعض ایسے الفاظ پڑھنے کو لازم قرار دیے جانے کی بات کو عقیدہ اسلامی اور اقلیتوں کو دیے گئے آئینی حقوق میں مداخلت کہا گیا ہے۔ مردم شماری کے موقع پر مسلمانان ہند سے مادری زبان کے کالم میں ''اردو'' اور ''مذہب'' کے کالم میں ''مسلم'' کا اندراج کرانے کی اپیل کی گئی ہے۔ ملک کے وزیر دفاع جناب راج ناتھ سنگھ کے اس بیان کہ

''دہشت گردی کا نہ کوئی ملک ہوتا ہے اور نہ مذہب ہوتا ہے، کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند شروع سے تعصب اور دہشت گردی کی مخالف اور امن وشانتی اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی اور بھائی چارہ کو فروغ اس کا مشن رہا ہے۔ ملک ہندوستان گنگا جمنی تہذیب کا گہوارہ رہا ہے۔ کسی طبقہ کے پرسنل لا میں مداخلت کرنا غیر آئینی ہے بعض صوبہ میں یکساں سول کوڈ کا نفاذ ملک کی آئین کی روح کے خلاف ہے۔ اسی طرح سے مدارس کی موجودہ انکوائری اور مدرسہ بورڈ ختم کرنے جیسی باتوں پر نظر ثانی کرنے کی تجویز پیش کی گئی۔

عاملہ کی قرارداد میں کہا گیا ہے کہ جانی ومالی تحفظ ہر شہری کا بنیادی حق ہے۔ حکومتوں کی آئینی ذمہ داری ہے کہ وہ ہر شہری کے تحفظ کو یقینی بناتے ہوئے امن وشانتی کے ساتھ کھلواڑ کرنے والے عناصر کے خلاف سخت کارروائی کریں تاکہ امن وامان کی صورت حال برقرار رہے۔ اسی طرح سے قومی انسانی حقوق کمیشن کے اپنے دائرہ اختیار کے کام کو چھوڑ کر دیگر امور میں مداخلت کرنے پر الہ آباد ہائی کورٹ کے تبصرہ کی ستائش کی ہے۔ انتخابی مراحل میں غیر پارلیمانی زبان کے استعمال پر گہری تشویش کا اظہار کرتے ہوئے اسے گنگا جمنی تہذیب کے منافی قرار دیا گیا اور امریکہ اسرائیل ایران جنگ کو عالمی فتنہ بنانے کی سازش قرار دیتے ہوئے اسے امن عالم کے لئے خطرہ قرار دیتے ہوئے عرب سمیت مختلف ملکوں پر امریکی تنصیبات کے نام پر اسرائیل وایران کے حملوں کی بھرپور مذمت کی گئی۔

مجلس عاملہ کی قرارداد میں قضیہ فلسطین کو فراموش کرنے اور جنگ کے پس منظر میں فلسطین کے قضیہ کو پس پشت ڈالنے اور غزہ کے مظلومین کے معاملے کو نسیاً منسیا کردینے اور عرب دنیا کو حاشیہ پر لگانے اور دنیا میں بڑے پیمانے پر جنگ جیسی نحوست کو تھوپنے کا شاخسانہ باور کرتے ہوئے اسے جلد از جلد روکنے اور آبنائے ہرمز کو کھولے جانے اور قضیہ فلسطین کو دوریاستی فارمولے کے تحت حل کرنے پر زور دیا گیا۔

اسی طرح سے قرارداد میں کہا گیا ہے کہ مملکت سعودی عرب مشرق وسطی میں قیام امن کی مساعی کا صحیح معنوں میں علمبردار ہے اور وہ پوری دنیا میں امن وشانتی کے قیام کے لئے ہر اعتبار سے کوشاں ہے۔ علاوہ ازیں موجودہ نازک ترین حالات کے علی الرغم سعودی عرب میں عازمین حج کے لیے وسیع تر اور بے مثال انتظامات پر خادم حرمین شریفین شاہ سلمان بن عبدالعزیز آل سعود اور ولی عہد شہزادہ محمد بن سلمان آل سعود حفظہما اللہ ورعاھما اور وہاں کے انتظامی افسران کی ستائش کی ہے۔ مجلس عاملہ نے ملک وملت کی اہم سماجی وعلمی شخصیات کے انتقال پر اظہار افسوس کرتے ہوئے ملک وملت کا عظیم خسارہ قرار دیا ہے۔

☆☆☆

(بقیہ صفحہ ۲۳ کا)

اہل دنیا کی لڑائیوں کا ذکر چھوڑو، مقدسین کی لڑائیاں لو، مہابھارت کے مقتولین کی تعداد کروڑوں سے کم نہیں، یورپ کی مقدس مذہبی انجمنوں نے جس قدر نفوس کو ہلاک کیا ان کی تعداد لاکھوں سے زائد ہے۔

جان ڈیون پورٹ نے اپنی کتاب ''اپالوجی آف محمد اینڈ قرآن'' میں مذہبی عدالت کے احکام سے ہلاکت نفوس کی تعداد ایک کروڑ بیس لاکھ بتائی ہے جو عیسائیوں کے ہاتھوں سے عیسائیوں کی ہوئی تھی [۲] اکیلی سلطنت اسپین نے تین لاکھ چالیس ہزار عیسائیوں کو قتل کیا تھا جن میں سے بتیس ہزار آدمی زندہ آگ میں جلائے گئے تھے۔،،اھ۔ (رحمۃ للعالمین :۲/۲۱۲-۲۱۵)

حواشی

[۱] اخبار ہمدم ۱۷/اپریل ۱۹۱۹ء نے جنگ عظیم از ۱۸-۱۹۱۴ء کے مقتولین کی تعداد مندرجہ ذیل طبع کی ہے:

روس: ۱۷/لاکھ، جرمنی: ۱۶/لاکھ، فرانس: ۱۳/لاکھ ستر ہزار، اٹلی: ۴/لاکھ ساٹھ ہزار، آسٹریا: ۸/لاکھ، برطانیہ: ۷/لاکھ، ترکی: ۲/لاکھ پچاس ہزار، بلجیم: ایک لاکھ دو ہزار، بلغاریہ: ایک لاکھ، رومانیہ: ایک لاکھ، سنویا مانٹی نیگرو: ایک لاکھ، امریکہ: پچاس ہزار، میزان: ۷۳/لاکھ ۳۸/ہزار۔

مضمون نگار کو شک ہے کہ انگلستان وفرانس کی تعداد میں ہندوستان اور فرانس کی نوآبادیوں کے مقتولین کی تعداد بھی شامل ہے یا نہیں۔ مگر یہ اقرار ہے کہ زخمیوں، اسیروں اور گم شدوں کی تعداد مذکورہ بالا اعداد میں شامل نہیں۔ (حاشیہ رحمۃ للعالمین)

نوٹ: (الف) مضمون نگار کا شک برمحل ہے۔ چنانچہ انگریزی کے معروف روزنامہ ''ہندو'' کے ۳۱/ جنوری ۱۹۴۳ء کے شمارے میں جناب E.H.Tawansend کی پیش کردہ تحقیق کے مطابق پہلی جنگ عظیم کی متاثرین کی کل تعداد (۳۷۵۱۳۸۸۶) ہے، ان میں مقتولین کی تعداد (۸۵۴۳۵۱۵) ہے۔

(ب) دوسری جنگ عظیم کے نقصانات کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ متاثرین کی کل تعداد (۵۰۰۰۰۰۰۰) ہے۔

(ج) پہلی جنگ عظیم کے نقصان کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک آدمی کے قتل پر اوسطاً دس ہزار پونڈ خرچ ہوا، ور پوری جنگ کا مجموعی خرچ (۳۷۰۰۰۰۰۰۰۰) پونڈ تھا۔ دوسری جنگ عظیم میں صرف ایک گھنٹہ میں دس لاکھ پونڈ کا خرچ آتا تھا۔ (ماذا خسر العالم...ص:۲۹۱) (اعظمی)

[۲] اعجاز التنزیل، ص:۴۶۱۔

بسفی، کیوٹی مقامی جمعیت اہل حدیث: بسفی، کیوٹی مقامی جمعیت اہلِ حدیث مدھوبنی کے زیرِ اہتمام بروز اتوار، 5 اپریل 2026ء بمطابق 16 شوال 1447ھ، مقام اونسی بھنگواں مسجد اہلِ حدیث میں علماء، دعاۃ، مبلغین اور ذمہ دارانِ جماعت کا ایک اہم دعوتی و تنظیمی اجلاس منعقد ہوا۔ دونوں بلاک کے متحرک وفعال ائمہ علماء وذمہ داران جمعیت و جماعت مولانا منظر احسن سلفی، مولانا فضل اللہ انصاری سلفی، مولانا ثناء اللہ سلفی، مولانا شمشیر تیمی، مولانا شرف الدین تیمی، مولانا سعید احمد سلفی، مولانا عارف سلفی، مولانا شرف عالم ندوی، مولانا رضاء الہدی سلفی، مولانا گلزار تیمی اور قاری حسان صدیقی نے شرکت کی۔ اجلاس کا مقصد علاقے میں دینی ودعوتی سرگرمیوں کو منظم اور مؤثر بنانا، نیز باہمی تعاون کو فروغ دینا تھا۔

اجلاس میں درج ذیل امور پر تفصیلی گفتگو اور اہم فیصلے کیے گئے:

(1) دعوتی نظام کی مضبوطی: دعوتی کام کو منظم اور مؤثر بنانے کے لیے ایک مضبوط پلیٹ فارم قائم کرنے پر اتفاق کیا گیا، جس کے تحت تمام سرگرمیاں مربوط انداز میں انجام دی جائیں گی۔ (2) مساجد سے رابطہ کاری: حلقہ کی تمام جماعتی مساجد کے ائمہ، خطباء اور ذمہ داران سے مستقل رابطہ قائم کیا جائے گا، تاکہ دعوتی صورتِ حال کا جائزہ لیا جاسکے اور باہمی تعاون کو فروغ دیا جاسکے۔ (3) دروس وخطبات کا اہتمام: علماء کرام کے ذریعے جمعہ کے خطبات، دروسِ قرآن وحدیث اور اصلاحی بیانات کا باقاعدہ سلسلہ شروع کرنے کا فیصلہ کیا گیا، تاکہ عوام میں دینی شعور بیدار ہو۔ (4) مختصر دعوتی پروگرامز: مختلف مقامات پر مختصر قلیل مدتی دعوتی پروگرامز، اصلاحی نشستیں، اور خصوصی بیانات کا انعقاد کیا جائے گا، جن کے لیے مناسب تشہیر اور اعلان کا بھی اہتمام ہوگا۔ (5) مکاتب کی بحالی: جماعتی مساجد میں صباحی ومسائی (صبح و شام) کے مکاتب کو دوبارہ فعال بنانے کے لیے سنجیدہ کوششیں کی جائیں گی، تاکہ بچوں کی دینی تعلیم وتربیت بہتر ہوسکے۔ (6) عوامی رابطہ مہم: تنظیم سے وابستہ تمام اراکین کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ وہ اپنے اپنے علاقوں میں عوام سے قریبی رابطہ رکھیں اور دعوتی پیغام کو عام کرنے کی بھرپور کوشش کریں۔ (7) نوجوانوں کی شمولیت: نوجوانوں کو دعوتی و اصلاحی کاموں میں شامل کرنے کے لیے خصوصی حکمتِ عملی تیار کرنے پر زور دیا گیا، تاکہ نئی نسل کو دین سے جوڑا جاسکے۔ (8) خواتین کے لیے دینی پروگرامز: خواتین کی دینی تعلیم وتربیت کے لیے الگ دروس اور تربیتی نشستوں کے انعقاد کی تجویز پیش کی گئی اور اس پر عمل کرنے کا عزم کیا گیا۔ (9) مالی نظم ونسق: دعوتی وتنظیمی سرگرمیوں کے لیے درکار اخراجات، وسائل اور مالی تعاون کے امور پر غور وخوض کیا گیا، اور شفاف نظام اپنانے کی ضرورت پر زور دیا گیا۔ (10) میڈیا کا استعمال: دعوتی پیغام کو عام کرنے کے لیے سوشل میڈیا اور دیگر ذرائع ابلاغ کے مؤثر استعمال کی اہمیت پر بھی روشنی ڈالی گئی۔ (11) باہمی اتحاد واخوت: اجلاس میں اس بات پر زور دیا گیا کہ تمام اراکین اخلاص، اتحاد اور باہمی تعاون کے ساتھ دعوتی کام انجام دیں، تاکہ مثبت نتائج حاصل ہوسکیں۔

اجلاس کے اختتام پر شرکاء نے اس پختہ عزم کا اظہار کیا کہ تمام فیصلوں کو خلوص اور ذمہ داری کے ساتھ عملی جامہ پہنایا جائے گا، اور علاقے میں دعوتی واصلاحی کام کو مزید مؤثر بنایا جائے گا۔ آخر میں دعا کے ساتھ اجلاس اختتام پذیر ہوا۔ (رپورٹ: شمشیر داؤد تیمی)

ضلعی جمعیت اہل حدیث کٹیہار کے زیر اہتمام حج تربیتی پروگرام: ضلعی جمعیت اہل حدیث کٹیہار کے زیر اہتمام جامع مسجد حاجی پور کٹیہار میں بتاریخ ۴/اپریل ۲۰۲۶ء حج تربیتی پروگرام کا انعقاد کیا گیا جس میں علماء کرام نے حج کی فضیلت واہمیت، حج کی تیاری، عمرہ کا طریقہ، حج کا طریقہ، حج کے بعد، جیسے اہم ترین عناوین پر گفتگو کی۔ پرواگرام میں تقریباً ساٹھ عازمین حج وعمرہ مرد وخواتین شریک رہے اور مناسک حج کو کتاب وسنت کی روشنی میں ادا کرنے کا طریقہ سیکھا۔ اس مجلس میں سابق مدرس مسجد نبوی ڈاکٹر امان اللہ المدنی نے ضلعی جمعیت اہل حدیث کے سوالات کے جوابات بھی دیے، عازمین حج وعمرہ کے علاوہ مجلس میں مولانا انعام الحق مدنی امیر ضلعی جمعیت اہل حدیث کٹیہار، مولانا منیر الدین ندوی امام جامع مسجد حاجی پور اور راقم الحروف ڈاکٹر رحمت اللہ محمد موسیٰ السّلفی بھی موجود رہے اور اپنے بیانات سے سامعین کو مستفید کیا۔ اخیر میں عازمین حج میں حج کا گائڈ بھی تقسیم کیا گیا تاکہ انہیں کسی طرح کی پریشانی نہ ہو۔ (ڈاکٹر رحمت اللہ محمد موسیٰ السّلفی ناظم ضلعی جمعیت اہل حدیث کٹیہار)



صوبائی جمعیت اہل حدیث اڈیشہ کے نائب امیر اور مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی مجالس عاملہ وشوری کے رکن معروف عالم دین مولانا طه سعید خالد عمری مدنی صاحب کو صدمه عظیم: یہ خبر نہایت رنج وافسوس کے ساتھ سنی گئی کہ صوبائی جمعیت اہل حدیث اڈیشہ کے نائب امیر، مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی مجالس عاملہ وشوری کے رکن اور جامعہ دار الفرقان سعید آباد حیدرآباد کے ناظم تعلیمات معروف عالم دین مولانا طہ سعید خالد عمری مدنی صاحب کی بڑی صاحبزادی عمرہ طہ سعید کا تین ماہ کی شدید علالت کے بعد بتاریخ 17/ اپریل 2026ء قبل نماز فجر بعمر 30/ سال حیدرآباد میں انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحومہ نیک، خلیق وملنسار، صابرہ، شاکرہ، اعلی تعلیم یافتہ اور اپنے والدین کی مثالی تربیت کا بہترین نمونہ تھیں۔ چار سال قبل شادی ہوئی تھی اور ناچیز نے نکاح

پڑھایا تھا۔تین ماہ قبل بیمار ہوئی تھیں اورانہیں اڈیشہ کے ایمس میں ایڈمٹ کیا گیا تھا، افاقہ نہ ہونے کی صورت میں حیدرآباد منتقل کیا گیا لیکن جانبر نہ ہوسکیں۔ جنازے کی پہلی جماعت ساڑھے نو بجے صبح مرکز شہری جمعیت اہل حدیث حیدرآباد وسکندرآباد لنگر حوض میں اور دوسری جماعت آبائی وطن بونت ،اڈیشہ میں بعد نماز عشاء ہوئی اور وہیں تدفین عمل میں آئی۔ پسماندگان میں والدین ،شوہر،تین سال کی ننھی بچی، تین ماہ کا شیر خوار بچہ، ایک بھائی اور تین بہنیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، جنت الفردوس کی مکین بنائے , پسماندگان و متعلقین خصوصا مولانا طہ سعید خالد مدنی صاحب کو صبر جمیل کی توفیق ارزانی فرمائے۔آمین۔(شریک غم ودعا گو:اصغر علی امام مہدی سلفی،امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

ضلعی جمعیت اہل حدیث گڈا جھارکھنڈ کے ناظم معروف:عالم دین مولانا معین الحق فیضی صاحب کی والدہ ماجدہ کا انتقال پُر ملال: یہ خبر نہایت رنج وافسوس کے ساتھ سنی گئی کہ ضلعی جمعیت اہل حدیث گڈا جھارکھنڈ کے ناظم معروف عالم دین مولانا معین الحق فیضی صاحب کی والدہ ماجدہ کا بتاریخ 19 /اپریل 2026ء بوقت سات بجے صبح بعمر تقریبا 100 /سال انتقال ہوگیا۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔مرحومہ نیک، خلیق وملنسار، تہجد گزار اور کشادہ ظرف خاتون تھیں۔انہوں نے اپنے بچوں کی بہترین دینی تربیت کی۔ادھر تقریبا دو ماہ سے شدید علیل تھیں۔ صلاۃ جنازہ آج ہی بعد نماز عصر (چار بجے شام) وطن مالوف للمٹیا، گڈا، جھارکھنڈ میں ادا کی گئی۔پسماندگان میں مولانا معین الحق فیضی صاحب سمیت چار بیٹے محمد ادریس صاحب، محمد کلیم الدین صاحب ڈاکٹر ضیاء الحق سلفی صاحب، دو بیٹیاں اور متعدد پوتے پوتیاں اور نواسے اور نواسیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، جنت الفردوس کی مکین بنائے , پسماندگان و متعلقین خصوصا مولانا معین الحق فیضی صاحب کو صبر جمیل کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین۔(شریک غم ودعا گو:اصغر علی امام مہدی سلفی،امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

سابق ریاستی وزیر مولانا منصور عالم سلفی صاحب کا انتقال عظیم خسارہ: یہ خبر نہایت رنج وافسوس کے ساتھ سنی گئی کہ سابق وزیر حکومت بہار، معروف عالم دین مولانا منصور عالم سلفی صاحب کا بتاریخ 20 /اپریل 2026ء بوقت ساڑھے پانچ بجے شام بعمر تقریبا 90 /سال پٹنہ کے میدانتا ہاسپٹل میں دوران علاج انتقال ہوگیا۔انا للہ وانا الیہ راجعون

مولانا منصور عالم سلفی صاحب نہایت شریف النفس سیاست داں، خلیق وملنسار ،مہمان نواز، غریب پرور، جماعتی وملی جذبے سے سرشار، سنجیدہ طبع ، بیداغ شخصیت کے مالک اور مقبول خاص وعام تھے۔ دارالعلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ کے فارغ التحصیل تھے۔انہوں نے وکالت کی بھی تعلیم حاصل کی تھی۔فراغت کے بعد انہوں نے مدارس میں مدریسی خدمات بھی انجام دیں ،بعد ازاں مکمل طور پر سیاست کے میدان سے وابستہ ہو گئے اور دو مرتبہ حکومت بہار کے وزیر رہے۔آپ متعدد مدارس اور تعلیمی اداروں کے سربراہ اور سرپرست رہے۔مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے کاز سے دلچسپی رکھتے تھے۔جمیعت کی ہمہ جہت خدمات کے بارے میں معلومات حاصل کر کے خوش ہوتے تھے اور ناچیز سے بڑے خلوص اور محبت سے ملتے تھے۔آپ کا یہ تعلق خاطر جامعہ سلفیہ میں میری تدریس کے زمانہ سے ہی چلا آ رہا تھا ان ہی دنوں مرحوم نے باصرار اپنے گھر لانے کی کوشش کی اور آنے پر اپنے کنبہ اور لوگوں کے ساتھ والہانہ استقبال کیا اور جب تک آپ کے دولت کدے پر قیام رہا مجھے اپنے گھر والوں کے ساتھ رہنے کا احساس رہا۔آپ کے فرزند مولانا توقیر عالم سلفی میرے عزیز ترین شاگردوں میں سے ہیں وہ تعلق خاطر مرتے دم تک قائم رہا چنانچہ گزشتہ سال جناب مولانا پروفیسر عبداللطیف حیدری کے گاؤں میں لڑکیوں کے مدرسہ کی بنیاد رکھنے کی مناسبت سے علالت اور پیرانہ سالی کے باوجود تشریف لائے اور مل کر بے حد خوش ہوئے۔پسماندگان میں اہلیہ، عزیزی توقیر عالم سلمہ اللہ قومی سکریٹری کانگریس پارٹی سمیت چھ بیٹے ،دو بیٹیاں اور متعدد ہوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں ہیں۔ان کے جنازہ کی نماز اسی دن بعد نماز عصر چار بجے شام آبائی وطن کٹھوتیا، جگدیش پور، براری کٹیہار میں ادا کی گئی۔ جس میں کئی ہزار لوگوں نے شرکت کی۔

اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے ،خدمات کو قبول کرے، جنت الفردوس کا مکین بنائے , پسماندگان و متعلقین کو صبر وسلوان عطا فرمائے۔آمین۔(شریک غم ودعا گو: اصغر علی امام مہدی سلفی ،امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

جھارکھنڈ کے معروف عالم دین مولانا ومفتی عبد العزیز حقانی رحمہ اللہ کے بڑے فرزند عزیزم اسلم حقانی کا انتقال پُر ملال: یہ خبر نہایت رنج وافسوس کے ساتھ سنی گئی کہ جھارکھنڈ کے معروف عالم دین مولانا ومفتی عبد العزیز حقانی رحمہ اللہ کے بڑے فرزند عزیزم اسلم حقانی کا بتاریخ 27 /اپریل 2026ء بوقت صبح پانچ بجے بعمر تقریبا 48 /سال کولکاتہ کے ہاسپٹل میں دوران علاج انتقال ہوگیا۔انا للہ وانا الیہ راجعون

مولانا اسلم حقانی تعلیمی وغیرہ کاموں میں سرگرم رہتے تھے۔پسماندگان میں اہلیہ، پانچ لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔ان کے جنازہ کی نماز دوسرے دن آٹھ بجے صبح آبائی وطن بڑا سونا کور، صاحب گنج، جھارکھنڈ میں ادا کی گئی۔

اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے ،جنت الفردوس کا مکین بنائے , پسماندگان و متعلقین کو صبر وسلوان عطا فرمائے۔آمین۔(دعا گو: اصغر علی امام مہدی سلفی،امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

☆☆☆

"Registered with the Registrar of Newspapers for India"

JARIDA TARJUMAN

(FORTNIGHTLY)

AHL-E-HADEES MANZIL, 4116, URDU BAZAR, JAMA MASJID, DELHI - 110006

PH. : 011 - 23273407, TELEFAX : 23246613

R.N.I. No-39374/80
REGD. DL(DG-11)/8064/2023-25
Licenced to Post Without Pre-payment in
LPC, Delhi RMS Delhi-110006
Under U (C) - 277/2023-25

May1-15-2026

اہل حدیث منزل کی تعمیر و تکمیل کے لیے

محترم وغیور ائمہ، خطباء، متولیان مساجد اور ذمہ داران جمعیات سے پُرزور اپیل اور التماس

اہل حدیث منزل میں چوتھی منزل کی چھت کی ڈھلائی کا کام ہوا چاہتا ہے اور دیگر تینوں منزلوں کی صفائی کی تکمیل کے لیے آپ سے گزارش ہے کہ آنے والے جمعہ میں باضابطہ طور پر اپنی مسجدوں میں اس کے تعاون کے لیے پر زور اعلان فرمائیں اور مندرجہ ذیل کھاتے میں رقم ارسال فرما کر جنت میں اعلیٰ مقام بنائیں اور اس صدقہ جاریہ میں شریک ہوں۔

تعاون کے طریقے: (۱) سیمنٹ، سریا، روڑی، بدر پور، ریت (۲) نقد رقم (۳) کاریگروں اور مزدوروں کی اجرت کی ادائیگی (۴) کھڑکی، دروازہ، پینٹ، رنگ و روغن کا سامان یا قیمت مہیا کرا کے تعاون فرمائیں اور مال واولاد اور اعمال صالحہ میں برکت پائیں۔



ڈرافٹ یا چیک صرف "Markazi Jamiat Ahl-e-Hadees Hind" کے نام سے ہی بنائیں

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind

A/c: 629201058685

ICICI Bank (Chandni Chowk Branch)

RTGS/NEFT IFSC Code-ICIC0006292

منجانب: اراکین مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

Total Pages 32

Printed & Published by Mohammad Tahir, on behalf of Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind, and printed at M.S. Printers, A-145, Gali No.8, Chauhan Banghar, Seelampur and published from Ahle Hadees Manzil 4116, Urdu Bazar, Jama Masjid, Delhi-110006.

Editor. Md Khurshid Alam